مُسلسل اِشاعت کے ۵۴ سال

شمارہ:۱ جلد:۳۰ | محرم الحرام ۱۴۳۷ نومبر 2015

ماہنامہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

لولاک

ملتان

Email: khatmenubuwwat@ymail.com

سیدنا حضرت حسین ابن علیؓ

پنجاب اسمبلی خیبر پختونخواہ اسمبلی قومی اسمبلی اور ختم نبوۃ کا مسئلہ

پاکستان کیوں حاصل کیا گیا... اور اب تک کیا ہوا؟

تحفظِ ختمِ نبوت کے مثالی سپوت مولانا عبدالغنی شاہجہانپوریؒ

محاسبہ قادیانیت جلد نمبر ۱ کا مقدمہ

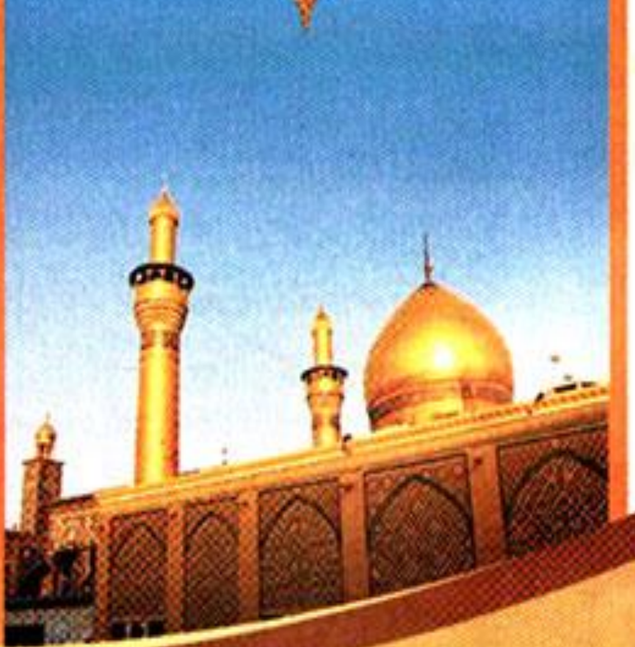

www.khatm-e-nubuwwat.com, www.lolaak.clickhere2.net, www.laulak.info

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ

لولاک

ملتان

شمارہ: ۱ ○ جلد: ۲۰

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ | مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ | مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ
حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ | خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمدؒ
حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ | فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ | حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ | شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ | پیر حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینیؒ
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ | حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ | حضرت مولانا سعید احمد جلالپوریؒ

صاحبزادہ طارق محمودؒ

بانی: مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

زیر سرپرستی: حضرت مولانا حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

مرتب: مولانا عزیز الرحمن ثانی

کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلسِ منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا فقیر اللہ اختر	مولانا مفتی حفیظ الرحمن
مولانا عبدالرشید غازی	مولانا قاضی احسان احمد
مولانا غلام حسین	مولانا محمد طیب فاروقی
مولانا محمد اسحاق ساقی	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا غلام مصطفےٰ	مولانا محمد حسین ناصر
چوہدری محمد اقبال	غلام مصطفےٰ چوہدری ایڈووکیٹ
مولانا عبدالرزاق	مولانا محمد قاسم رحمانی

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

ناشر: عزیز احمد مطبع: شکیل پرنٹرز ملتان مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمۃ الیوم

پنجاب اسمبلی، خیبر پختونخواہ اسمبلی، قومی اسمبلی اور ختم نبوت کا مسئلہ	مولانا اللہ وسایا	3

مقالات ومضامین

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ	مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ	7
سیدنا حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما	مولانا اللہ وسایا	16
اصحاب بدر کا اجمالی تعارف (قسط نمبر:5)	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	18
رحمۃ اللعالمین ﷺ کے والدین شریفین جنتی ہیں (آخری قسط)	مولانا عبدالخالق گھلو	20
اسلامی تقویم کی ابتداء	مولانا محمد وسیم اسلم	27
پاکستان کیوں حاصل کیا گیا......اوراب تک کیا ہوا؟	حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ	30

شخصیات

تحفظ ختم نبوۃ کے مثالی سپوت، مولانا عبدالغنی شاہجہاں پوریؒ	شاہ عالم گورکھپوری دارالعلوم دیوبند	31
حضرت مولانا محمد آمین شہید رحمۃ اللہ علیہ	حافظ عبدالرحمن جامی، لکی مروت	37
میرے چچاجی، شہید تونسوی رحمۃ اللہ علیہ	محمد نعمان	39

رد قادیانیت

ایک تحریری علمی مناظرہ (قسط نمبر:2)	حضرت مولانا بلال احمد دہلوی	40
محاسبہ قادیانیت جلد نمبرا کا مقدمہ	مولانا اللہ وسایا	47

متفرقات

مدرسہ عربیہ خاتم النبیین کا مختصر تعارف	مولانا توصیف احمد	50
تبصرۂ کتب	ادارہ	52
جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	54

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!

کلمۃ الیوم

پنجاب اسمبلی، خیبر پختونخواہ اسمبلی، قومی اسمبلی اور ختم نبوت کا مسئلہ

ٹل فورڈ برطانیہ میں قادیانی جماعت کا سالانہ جلسہ تھا جسے وہ مرزا قادیانی کے زمانے سے منعقد کرتے چلے آرہے ہیں۔ قادیان کے بعد پاکستان، آج کل یہ برطانیہ میں ہوتا ہے۔ قادیانی عقیدہ کے مطابق اس میں شرکت ”ظلی حج“ ہے۔ قادیانیوں کے علاوہ پاکستان پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے سابق ہائی کمشنر پاکستان جو برطانیہ میں مقیم ہیں، نے بھی اس قادیانی جلسہ میں شرکت اور خطاب کیا۔ انہوں نے اپنے خطاب میں کہا کہ ”قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا فیصلہ غلط تھا۔ بھٹو صاحب نے مذہبی جماعتوں کے دباؤ میں آکر تاریخی غلطی کی۔ جس کا میں جواز ثابت نہیں کرسکتا۔ بھٹو صاحب زندہ ہوتے تو وہ بھی اس کا جواز مہیا نہ کرسکتے۔“ (روزنامہ خبریں ملتان مورخہ ۲۷؍اگست ۲۰۱۵ء)

جناب واجد شمس الحسن کے بیان کے اخبارات میں آتے ہی جناب عبدالوہاب صاحب نے دوحہ (عرب امارات) سے انٹرنیٹ پر یہ بیان جاری کیا:

واجد شمس الحسن کی قادیانیت نوازی کوئی نئی بات نہیں ہے

تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنما اور کارکن بخوبی جانتے ہیں کہ برطانیہ میں ابتداء میں جنگ اخبار کے ایڈیٹر کے طور پر آنے والا، وزیراعظم بے نظیر بھٹو سے قریبی رواسم رکھنے والا، برطانیہ میں نامزد سابق پاکستانی سفیر ”واجد شمس الحسن“ کے قادیانیوں کے ساتھ پرانے گھریلو روابط ہیں۔

اور قادیانیوں نے ان کے گرد گھیرا تنگ کر رکھا ہے اور قادیانی اپنے مرزائی مقاصد کے حصول کے لئے پاکستانی سفارت کار کو برطانیہ اور دیگر ممالک میں بلیک میل کرتے رہتے ہیں۔ ان گہرے روابط کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مرزا مسرور کا دست راست قادیانی ”مرزا مظفر چوہدری“ جو قادیانی الیکٹرانک میڈیا کا کنٹرولر اور قادیانیت کا اوّل درجے کا مالی سپورٹر بھی ہے۔ اس کے پاس واجد شمس الحق کا بیٹا نوکری کرتا رہا ہے۔

۲۰۱۰ء میں واجد شمس الحق جب لندن میں باقاعدہ پاکستان کے سفیر تھے اس وقت یہ خبر لیک ہوئی تھی کہ واجد صاحب نے قادیانیوں کے لئے لفظ ”مسلم“ اور مرزا وڑے کے لئے لفظ ”مسجد“ استعمال کیا تھا اور فوت شدہ قادیانیوں کے لئے مرزا وڑے میں جاکر دعائے مغفرت بھی کی تھی۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کے احتجاج کے بعد نیز مسلمانوں کی طرف سے بھرپور ردعمل کو بھانپنے کے بعد واجد شمس الحق کو مجبوراً میڈیا پر آکر معافی مانگنی پڑی تھی۔

یاد رہے کہ ۱۹۷۳ء کے ترمیمی آئین کے مطابق قادیانی غیر مسلم ہیں اور ۱۹۸۴ء امتناع قادیانی آرڈیننس کے تحت مرزائی اپنے مرزا وڑوں کو مسجد نہیں کہہ سکتے۔ ۲۰۱۰ء سے اب تک واجد شمس الحق کی طرف سے کئی

بار مختلف موقعوں پر قادیانیوں کے لئے نرم گوشہ رکھنے کے واقعات نوٹ کئے جاتے رہے ہیں اور اب برطانیہ میں ایک خالص قادیانی مذہبی تقریب میں واجد صاحب کو مہمان خصوصی کے طور پر مدعو کرنا اوران کا سرعام بلا جھجک آئین پاکستان کو غلط قرار دینا اور پاکستانی پارلیمنٹ کے متفقہ فیصلہ کو بڑی غلطی کہنا اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے فیصلے کو ناجائز کہنا، یقیناً کسی مک مکاؤ کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔“

ان حقائق کے ہوتے ہوئے حق تعالیٰ نے کرم کا معاملہ فرمایا کہ پنجاب اسمبلی میں نون لیگ کے رکن اسمبلی جناب وحید گل صاحب نے یہ قرارداد پیش کی:

قرارداد

یہ معزز ایوان وفاقی حکومت سے پرزور سفارش کرتا ہے کہ سابق ہائی کمشنر واجد شمس الحسن کا خبریں اخبار کو دیا گیا بیان، جس میں اس نے کہا کہ ذوالفقار علی بھٹو نے مذہبی ودینی جماعتوں کے دباؤ پر مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا جو فیصلہ کیا تھا وہ غلط تھا۔

مذکور کا یہ بیان نہ صرف پاکستان بلکہ بین الاقوامی مذہبی دینی جماعتوں اور امت مسلمہ میں شدید اشتعال، دل آزاری کا سبب بنا ہے اور قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے کی توہین کی گئی ہے۔

یہ معزز ایوان مذکور کے درج بالا بیان کی شدید الفاظ میں مذمت کرتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ آج تک اسے جتنے بھی اعزازات دیئے گئے ہیں فوراً واپس لئے جائیں اور مذکور کا جس جماعت سے تعلق ہے وہ جماعت فوراً اس سے لاتعلقی کا اظہار کرے۔

مذکور کے بیان کو آئین پاکستان سے غداری اور توہین رسالت کا مرتکب قرار دیا جائے اور اس کے خلاف آئین پاکستان سے غداری اور توہین رسالت کی دفعات کے تحت مقدمات بھی درج کئے جائیں۔

لہٰذا یہ ایوان اس وقت کی تمام دینی جماعتوں اور ان کے سربراہان اور وزیراعظم کو خراج عقیدت بھی پیش کرتا ہے۔

۱...... محمد وحید گل (PP-145)
۲...... محمد الیاس چنیوٹی (PP-73)
۳...... حاجی عمران ظفر (PP-111)
۴...... پیر سید محفوظ مشہدی (PP-120)
۵...... قاضی احمد سعید (PP-286) (P.P.P)
۶...... ملک محمد ارشد (PP-222)
۷...... ابوحفص محمد غیاث الدین
۸...... ڈاکٹر فرزانہ نذیر
۹...... میاں محمد اسلم اقبال

اس قرارداد پر ۱۹ ارکان اسمبلی نے دستخط کئے۔ قرارداد پیش کرتے ہوئے محرک نے اخبارات کے مطابق یہ بھی فرمایا کہ: ’’رحمت عالم ﷺ کی ختم نبوت پر اسمبلی کی رکنیت نہیں۔ بلکہ اس پر ہزاروں اسمبلیاں بھی قربان۔‘‘

غرض پنجاب اسمبلی میں یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوگئی۔ اسمبلی میں موجود حکمران جماعت اور اپوزیشن جماعتوں کے تمام ممبران نے اس قرارداد کی حمایت کی۔ پاکستان تحریک انصاف، پاکستان پیپلز پارٹی، جماعت اسلامی، ق لیگ نے بھی ساتھ دیا۔ قائمقام سپیکر، ڈپٹی سپیکر، لاء منسٹر پنجاب نے آوٹ آف ٹرن پر قرارداد پیش کرنے کی تائید کر کے شکریہ کے مستحق قرار پائے۔ یوں اللہ رب العزت نے کرم کا معاملہ فرمایا کہ ایک بار پھر پرنٹ میڈیا پنجاب اسمبلی کے فلور سے یہ مسئلہ اجاگر ہوا اور پوری دنیا نے ’’ختم نبوت زندہ باد‘‘ کی صداؤں سے خوشی کے ثمرات اپنے دامنوں میں سمیٹے۔

اس دوران میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۶ رستمبر کی شام لاہور جامع مسجد آسٹریلیا، مکلوڈ روڈ پر عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس تھی۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں نے شرکت فرمائی۔ اس میں قرارداد کے محرک جناب محمد وحید گل بھی تشریف لائے۔ انہوں نے پنجاب اسمبلی میں قرارداد کے پیش ہونے اور متفقہ طور پر منظور ہونے کی تفصیلات پیش کیں تو پورا اجتماع خیر مقدمی نعروں سے گونجتا رہا۔ اس گئے گزرے دور میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے امت مسلمہ کی یہ بیداری، محبت و شیفتگی باعث اطمینان ہے۔ فللحمدﷲ اوّلاً و آخراً!

اللہ رب العزت کے کرم کے فیصلہ کو دیکھیں کہ پنجاب اسمبلی میں قرارداد کے منظور ہوتے ہی اگلے روز جناب واجد شمس الحسن کا روزنامہ جنگ ملتان میں یہ بیان شائع ہوا۔

’’پاکستان کے سابق ہائی کمشنر واجد شمس الحسن...... (دنیا بھر اور پاکستان کے مسلمانوں کے) جذبات مجروح ہوئے ہیں تو میں ہزار بار حقیقی جذبہ کے تحت معافی مانگتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ نبی آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کے حکم کے مطابق مجھے معاف کردیں۔‘‘ (روزنامہ جنگ ملتان مورخہ ۲۹ راگست ۲۰۱۵ء)

موصوف کے طویل بیان سے اقتباس آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس بیان میں موصوف نے اگرچہ، مگر چہ، چونکہ، چنانچہ، لہٰذا کے تحت خفت مٹانے کے لئے دوڑی کی کوڑی لائے۔ غلط بات کو صحیح بنانا جتنا مشکل کام ہے اس اذیت سے گزرتے بھی بیان میں دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن بہت غنیمت کہ انہوں نے معذرت کرلی۔ لاہور، پسرور، سیالکوٹ، ڈنگہ، اسلام آباد، کوہاٹ میں ختم نبوت کانفرنس ۷ رستمبر کے حوالہ سے مجلس نے منعقد کر رکھی تھیں۔ ان تمام کانفرنسوں میں یہ مسائل زیر بحث رہے۔ ۷ رستمبر کو ۳۱ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس قصہ خوانی بازار پشاور میں تھی۔ جس میں شرکت سے قبل جمعیت علماء اسلام کے رہنما حضرت مولانا فضل غفور خیبر پختونخوا اسمبلی کے ممبر نے یہ خوشخبری سنائی کہ آج خیبر پختونخوا اسمبلی میں، میں نے قرارداد پیش کی۔ جس پر پاکستان مسلم لیگ ن، اے۔این۔پی اور پاکستان پیپلز پارٹی نے بھی دستخط کئے۔ قرارداد یہ ہے:

قرارداد

بحیثیت مسلمان ہم اللہ رب العالمین کو واحد لاشریک اور محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین سمجھتے ہیں۔ چونکہ ختم نبوت کا عقیدہ ہمارے ایمان کا حصہ ہے اور اس کا دفاع ہمارا ایمانی فریضہ ہے اور آئین پاکستان نے بھی اس کو مکمل تحفظ فراہم کیا ہے۔ اس لئے نسل نو کو ختم نبوت کی ضرورت واہمیت کے عنوان سے باخبر رکھنے کے لئے یہ ہمارے نصاب تعلیم کا حصہ ہونا چاہئے۔

لہٰذا یہ صوبائی اسمبلی، صوبائی حکومت سے سفارش کرتی ہے کہ ختم نبوت کے عنوان سے نصاب تعلیم میں مضامین شامل کئے جائیں۔ خادم ختم نبوت: فضل غفور (MPA)

۱......	سردار اورنگ زیب نلوٹھا	(PML.N)
۲......	مسز یاسمین نگہت اورکزئی	(PPP)
۳......	سید جعفر شاہ	(ANP)
۴......	شہرام خان ترکئی	(AJ.P)

یہ قرارداد بھی متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ فللحمدﷲ تعالیٰ اوّلاً و آخراً!

اگلے روز ۸؍ستمبر کو مردان، چارسدہ، نوشہرہ میں ختم نبوت کانفرنسیں تھیں۔ وہاں سامعین ان خوشیوں سے اپنے دامن بھرتے رہے۔ مردان ختم نبوت کانفرنس ۸؍ستمبر بعد از ظہر کے اجلاس عام میں خیبرپختونخواہ اسمبلی کے سپیکر جناب اسد قیصر جو صوبہ کی حکمران جماعت پی.ٹی.آئی سے تعلق رکھتے ہیں تشریف لائے۔ ختم نبوت کانفرنس سے خطاب میں انہوں نے اعلان کیا کہ: ’’جمعیت علماء اسلام کے ممبر حضرت مولانا فضل غفور صاحب نے کل خیبرپختونخواہ اسمبلی میں ختم نبوت کے موضوع کو نصاب کا حصہ بنانے کی قرارداد پیش کی۔ جسے ہم نے بالاتفاق منظور کیا۔ اس کی روشنی میں بحیثیت سپیکر اسمبلی کے اعلان کرتا ہوں کہ اس پر بہت جلد عمل کا آغاز کر دیا جائے گا۔‘‘ ان کے اس اعلان سے سامعین نے جس خوشی کا اظہار کیا وہ قابل دید تھا۔

اس کے اگلے روز پاکستان قومی اسمبلی کی مسجد کے خطیب حضرت مولانا احمد الرحمن صاحب نے یہ خوشخبری سنائی کہ آج قومی اسمبلی کی مسجد میں بہت سارے ممبران اور قومی اسمبلی کے قائمقام سپیکر تشریف لائے۔ ختم نبوت کے سلسلہ میں منعقدہ تقریب سے خطاب کے دوران قائمقام سپیکر قومی اسمبلی نے اعلان کیا کہ آئندہ سال سے قومی اسمبلی کے ہاؤس میں سرکاری سطح پر ۷؍ستمبر کے دن تقریب منعقد کریں گے۔

۱۲؍ستمبر ختم نبوت کانفرنس بہاول پور میں خطاب کے دوران جمعیت علماء اسلام کے مرکزی رہنما حضرت مولانا عبدالغفور حیدری ڈپٹی چیئرمین سینٹ آف پاکستان نے خوشخبری سنائی کہ قومی اسمبلی کے قائمقام سپیکر کے اعلان ’’یوم ختم نبوت‘‘ کا نوٹیفکیشن بھی جلد ہونے والا ہے۔ فللحمدﷲ اوّلاً و آخراً!

اس سال ملک بھر میں تمام دینی و مذہبی جماعتوں، تمام مسالک نے بھی ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلہ کے حوالے سے اپنے اپنے طور پر اجتماعات کئے۔ جس پر جتنا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

مولانا عبدالشکور لکھنویؒ

نام مبارک آپ کا عمرؓ ہے اور لقب فاروق، کنیت ابوحفص، نسب آپ کا نویں پشت میں رسول خدا ﷺ سے ملتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی نویں پشت میں ایک نام کعب ہے۔ کعب کے دو فرزند تھے۔ مرہ اور عدی، مرہ کی اولاد میں آنحضرت ﷺ ہیں اور عدی کی اولاد میں فاروق اعظمؓ ہیں۔

ولادت سراپا بشارت آپ کی واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد ہوئی۔ عمر آپ کی تریسٹھ برس کی ہوئی۔ نبوت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں اسلام لائے۔ آپ سے پہلے چالیس مرد اور گیارہ عورتیں مشرف با سلام ہو چکی تھیں۔ بڑے بہادر اور بڑے طاقتور تھے۔ اسلام سے پہلے جیسی شدت کفر میں تھی، اسلام کے بعد ویسی ہی شدت اسلام میں ہوئی۔ ان کے مسلمان ہو جانے سے دین اسلام کو بہت زیادہ قوت حاصل ہوئی۔ رسول خدا ﷺ کے زمانے میں منصب وزارت پر رہے اور حضرت صدیقؓ نے وزارت کے ساتھ ساتھ ان کو مدینہ کا قاضی بھی بنا دیا اور حضرت صدیقؓ کے بعد خلیفہ ہوئے۔ اپنی خلافت میں جس قدر خدمت واشاعت دین اسلام کی کی اور جیسی عظیم الشان فتوحات حاصل کیں ان کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ دس برس چھ مہینے پانچ دن تخت خلافت کو زینت دی۔ فجر کی نماز میں ابولولو مجوسی غلام کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور یکم محرم ۲۴ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ روضہ نبویؐ میں حضرت صدیقؓ کے پہلو میں مدفن پایا۔ مسلمانوں کا اقبال بھی ان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گیا۔

نکاح آپ نے کئی کئے۔ لیکن بوقت خلافت صرف ایک بی بی تھیں۔ جن سے بڑی محبت کرتے تھے۔ مگر اس خیال سے ان کو طلاق دے دی کہ مبادا یہ کسی معاملے یا مقدمے میں کسی کی سفارش کریں۔ پھر ۱۷ھ میں ام کلثوم بنت علیؓ سے نکاح کیا اور خلاف عادت چالیس ہزار درہم مہر مقرر فرمایا۔ اولاد آپ کی ام المومنین حضرت حفصہؓ، عبداللہؓ، عبیداللہؓ، عاصمؓ، ابوشحمہؓ یعنی عبدالرحمن مجبرؓ تھے۔

حالات قبل اسلام

آپ خاندان قریش کے باوجاہت اور شریف ترین لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں سفارت کا کام انہیں کے متعلق تھا۔ جب قریش کو کسی لڑائی میں یا کسی اور ایسے ہی موقع پر کسی سفیر کے بھیجنے کی ضرورت ہوتی تو ان ہی کو یہ خدمت سپرد ہوتی۔ ابوجہل جو تمام مکہ کا سردار تھا ان کا ماموں تھا۔

حالات بعد اسلام قبل ہجرت

۱...... ان کا اسلام بھی رسول خدا ﷺ کا ایک معجزہ تھا۔ کئی دن سے آنحضرت ﷺ دعائیں مانگ رہے تھے کہ یا اللہ دین اسلام کو عمر بن خطاب سے عزت دے۔ وہ دعائیں آپ کی مقبول ہوئیں اور مشیت الٰہی نے ان کو کشاں

کشاں دربار نبوت میں پہنچادیا۔ ازالۃ الخفاء میں اس موقعہ پر کیا اچھے اور سچے الفاظ لکھے ہیں کہ: ''تدبیر غیب اورا خواہی نخواہی بہ اسلام آورد'' ۔

گر نیاید بخوشی موئے کشائش آرید

مراد بودنہ مرید مخلص بودنہ مخلص دشتان بین المرتبتین دریں راہ نیامد تا آنکہ از درو دیوار ندا ایش نکردند وبرخوان نعمت نرسید تا آنکہ مکرر بہر زبانش نخواندند۔

مختصر واقعہ ان کے مسلمان ہونے کا یہ ہے کہ ایک روز یہ ابوجہل کی تحریص وترغیب سے رسول خداﷺ کے شہید کرنے کے ارادہ سے چلے۔ راستے میں ایک صحابی ملے۔ ان کے تیور دیکھ کر ان کو کچھ شک ہوا۔ انہوں نے پوچھا: اے عمرؓ! آپ کہاں جارہے ہیں۔ آپ نے صاف کہہ دیا کہ تمہارے پیغمبر کے قتل کرنے کو۔ ان صحابی نے کہا: اچھا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لیجئے۔ آپ کی بہن فاطمہؓ اور آپ کے بہنوئی سعید بن زیدؓ مسلمان ہوگئے ہیں۔ جب یہ خبر ان کو ملی تو اپنی بہن کے گھر گئے اور اپنے بہنوئی کو بہت مارا کہ ان کے سر سے خون بہنے لگا اور ان کو زمین پر گرا کر چاہا کہ گلا دبا دیں۔ یہ دیکھ کر ان کی بہن سامنے آگئیں اور کہنے لگیں کہ اے بھائی! ہم تو مسلمان ہوگئے۔ اب جو تمہارا دل چاہے کرو۔ یہ سن کر ایک خاص اثر ان کے دل پر ہوا اور اپنے بہنوئی کو چھوڑ دیا اور بہن سے دریافت کیا کہ تم کیوں مسلمان ہوگئیں۔ انہوں نے ساری کیفیت بیان کی اور قرآن مجید کا ذکر کیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے قرآن مجید سننے کی خواہش ظاہر کی۔ ان کی بہن ایک ورق لے آئیں۔ جس میں قرآن مجید کی آیتیں لکھی ہوئی تھیں۔ حضرت فاروقؓ نے چاہا کہ خود ہاتھ میں لے کر پڑھیں۔ مگر ان کی بہن نے فوراً کہا کہ اے بھائی! اس کتاب کو ناپاک لوگ نہیں چھوسکتے۔ اس کے بعد قرآن مجید ان کو سنایا گیا۔ سورۂ طٰہٰ کی ابتدائی آیتیں تھیں۔ ان آیتوں کا سننا تھا کہ ایک انقلاب عظیم آپ کی طبیعت میں پیدا ہوا اور جس سر میں کفر کا سودا تھا اب اس میں اسلام کا سودا پیدا ہوگیا۔ اسی وقت رسول خداﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔

۲...... جب یہ مسلمان ہونے کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو رسول خداﷺ نے چند قدم اپنی جگہ سے چل کر معانقہ کیا اور ان کے سینے پر تین مرتبہ ہاتھ پھیر کر دعا دی کہ اے اللہ! ان کے سینے سے کینہ وعداوت کو نکال دے اور ایمان سے بھر دے۔ پھر جبریل امین مبارک باد دینے کے لئے آئے کہ یا رسول اللہ! اس وقت آسمان والے ایک دوسرے کو حضرت عمرؓ کے اسلام کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔

۳...... ان نازک اور پرخطر وقت میں مسلمان ہوتے ہی اپنے اسلام کا اعلان کیا اور کافروں کے سامنے چند اشعار نظم کر کے پڑھے۔ کافروں نے ان کو گھیر لیا۔ لیکن باوجود تنہا ہونے کے انہوں نے بھی کافروں کو مارا۔ قریب تھا کہ کافر ان کو شہید کردیں کہ عاص بن وائل نے آکر چھوڑا دیا۔

۴...... ان کے مسلمان ہوتے ہی رسول خداﷺ نے اعلان کے ساتھ کعبے میں نماز پڑھی اور روز بروز اسلام کی قوت وشوکت بڑھتی گئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ کا مسلمان ہوجانا فتح اسلام تھا اور ان کی ہجرت نصرت الٰہی تھی اور ان کی خلافت اللہ کی رحمت تھی۔

۵...... رسول خداﷺ سے پہلے ہجرت کر کے مدینے گئے اور بڑی شان سے ہجرت کی۔ جب مکہ سے چلنے لگے تو کعبہ مکرمہ کا طواف کیا اور مجمع کفار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اس وقت ہجرت کر رہا ہوں۔ یہ نہ کہنا کہ عمر چھپ کر بھاگ گیا۔ جس کو اپنی بیوی کو بیوہ کرنا اور بچوں کو یتیم کرنا منظور ہو وہ اس وادی سے نکل کر مجھے روک لے۔ مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ کچھ جواب دیتا۔

حالات بعد ہجرت

ہجرت کے بعد سب سے بڑی خدمت مغازی کی تھی تو اس میں حضرت فاروق اعظمؓ سے کون سبقت لے جاسکتا تھا۔ آنحضرتﷺ کے تمام غزوات میں شریک رہے اور ہر غزوے میں پسندیدہ خدمتیں انجام دیں۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہوں:

غزوۂ بدر

سب سے بڑا کام اس غزوہ میں یہ کیا کہ اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام کو میدان جنگ میں اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔ رسول خداﷺ کے چچا حضرت عباسؓ جو کافروں کے ساتھ میدان جنگ میں آئے تھے قیدیان بدر میں وہ بھی شامل تھے۔ لوگوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ مگر رسول خداﷺ کے مزاج مبارک کے خلاف دیکھ کر حضرت فاروق اعظمؓ نے پرزور حمایت ان کی کی۔ حضرت عباسؓ کے سوا اور سب قیدیان بدر کے بارے میں انہوں نے قتل کا مشورہ دیا اور کہا کہ ہر مسلمان اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ اگرچہ عمل ان کی رائے پر نہ ہوا۔ مگر خدا کو ان کا یہ مشورہ اس قدر پسند آیا کہ اس کی تائید میں آیت قرآنی اتری۔

غزوہ احد

باوجود اس انتشار کے جو رسول خداﷺ کی شہادت کی شہرت سے اور اسلامی فوج کے درمیان کافروں کے لشکر کے داخل ہو جانے سے پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت فاروقؓ میدان جنگ سے نہیں ہٹے۔ جب رسول خداﷺ کوہ احد پر تشریف لے گئے تو یہ بھی جاں نثاری کے لئے ہمراہ تھے اور ابوسفیان کی باتوں کا دنداں شکن جواب ان ہی نے دیا تھا۔

غزوہ خندق

اس غزوہ میں خندق کے ایک جانب کی حفاظت ان کے سپرد تھی۔ چنانچہ بعد میں اس مقام پر بطور یادگار ایک مسجد ان کے نام کی بنائی گئی۔

غزوۂ بنی مصطلق

اس غزوہ میں مقدمۂ لشکر ان ہی کی ماتحتی میں تھا اور ان ہی نے کافروں کے ایک جاسوس کو گرفتار کیا اور دشمن کے تمام خفیہ حالات دریافت کر کے اس جاسوس کو قتل کر دیا۔ اس واقعہ سے بڑا رعب کافروں پر طاری ہو گیا۔ اس غزوے میں یہ خدمت بھی ان کے سپرد کی گئی کہ عین ہنگامہ جنگ میں اعلان کر دیں کہ جو شخص کلمہ اسلام پڑھ لے گا اس کو امان دے دی جائے گی۔

غزوہ حدیبیہ

حدیبیہ سے لوٹتے وقت جب ’’سورۃ انا فتحنا‘‘ نازل ہوئی جو صحابہ کرامؓ کے قلوب کے لئے جو اس مغلوبانہ صلح سے زخمی ہوگئے تھے۔ بہترین مرہم ہے تو سب سے پہلے رسول خداﷺ نے حضرت عمرؓ ہی کو سنائی۔ کیونکہ اس میں بڑی خوشخبری اور بڑی فضیلت انہی کے لئے ہے۔ (تفسیر آیہ دعوت اعراب وغیرہ)

غزوۂ خیبر

اس غزوہ میں میمنہ لشکر کے افسر یہی تھے۔ اس لڑائی میں ہر شب کو ایک ایک صحابی پہرہ دیتے تھے۔ جس شب میں ان کی باری تھی انہوں نے ایک یہودی کو گرفتار کیا اور رسول خداﷺ کے پاس لے گئے۔ اس سے تمام حالات خیبر کے معلوم ہوگئے اور یہی چیز فتح خیبر کا بہترین ذریعہ بنی۔ خیبر میں ایک روز یہ بھی قلعۂ خیبر کے فتح کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ اگرچہ اس روز قلعہ فتح نہیں ہوا مگر واقعہ یہ ہے کہ اس سے یہودیوں کا زور بہت ٹوٹ گیا۔

غزوہ حنین

اس غزوہ میں جماعت مہاجرین کا ایک جھنڈا ان کے سپرد ہوا۔ جس سے اس امر کا اظہار ہوا کہ جماعت مہاجرین کی سرداری ان کو عطاء فرمائی گئی۔ اس طرح تمام غزوات میں کارہائے پسندیدہ انجام دیتے رہے۔ ۷ھ میں ان کو رسول خداﷺ نے تیس سواروں کے دستے پر افسر بنا کر ہوازن کی طرف بھیجا۔

متفرق واقعات

۱...... فتح مکہ کے بعد انہوں نے رسول خداﷺ سے کعبہ میں اعتکاف کرنے کی یا عمرہ ادا کرنے کی اجازت طلب کی۔ اجازت دینے کے ساتھ آنحضرتﷺ نے ایک ایسا کلمہ بھی نوازش واکرام کا فرمایا کہ خود حضرت فاروق اعظمؓ کہا کرتے تھے کہ اس کلمے کے عوض اگر ساری دنیا مجھے مل جائے تو میں خوش نہ ہوں گا۔ وہ کلمہ یہ تھا: ’’یا اخی شبھنا بشیء من دعائک ولا تنسانا‘‘ یعنی اے میرے بھائی اپنی دعا میں ہم کو بھی شریک رکھنا۔ بھول نہ جانا۔

(یہ روایت ازالۃ الخفاء میں بھی ہے اور طبقات ابن سعد میں اس کو چار سندوں سے نقل کیا ہے)

۲...... نفاق اور منافقین سے آپ کو اس قدر نفرت تھی کہ جہاں کسی سے اس قسم کی کوئی بات صادر ہوتی تھی تو فوراً مشتعل ہو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ یا رسول اللہ! اجازت دیجئے۔ اس منافق کی گردن ماردوں۔ ایک مرتبہ ایک منافق کا اور ایک یہودی کا کچھ جھگڑا تھا۔ دونوں فیصلے کے لئے ان کے پاس گئے۔ یہودی نے کہہ دیا کہ اس معاملہ کا فیصلہ حضرت ابوالقاسمﷺ کر چکے ہیں۔ مگر یہ شخص اس فیصلے سے راضی نہیں ہوا۔ اس لئے آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا ٹھہرو۔ میں فیصلہ کئے دیتا ہوں اور گھر کے اندر جا کر تلوار لے آئے اور اس منافق کی گردن اڑادی اور فرمایا کہ جو شخص نبی کریمﷺ کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کا فیصلہ میں اس طرح کرتا ہوں۔

جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی مرا اور رسول خداﷺ نے اس کے بیٹے کی خاطر سے جو ایک مخلص شخص تھے۔ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے بہت روکا۔ اس وقت آنحضرتﷺ نے بوجہ وعدہ کر لینے

کے نماز جنازہ پڑھ دی۔ مگر بعد میں آیت اتری کہ:''لا تصل علیٰ احد منهم مات ابداً و لا تقم علیٰ قبره''یعنی اے نبی کوئی منافق مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی نہ کھڑے ہوں۔

۳...... اکثر وحی الٰہی آپ کی رائے کی تائید میں نازل ہوتی تھی۔ قیدیان بدر کے متعلق، منافقوں کی نماز جنازہ کے متعلق، ازواج مطہراتؓ کے پردے کے متعلق، مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانے کے متعلق، شراب کے حرام کئے جانے کے متعلق وغیرہ۔ انہی کی تائید قرآن مجید میں کی گئی۔ بعض علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں اور اس بارے میں ان تمام آیات کو جمع کیا ہے جو آپ کی موافقت میں نازل ہوئیں۔

۴...... جب حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا تو ان کی پوری اطاعت کی اور بڑے ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں رہے۔ ان کو بہت خوش رکھا۔

۵...... حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے آخر وقت میں ان کے لئے خلافت نامہ لکھوایا اور فرمایا کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ عمرؓ سے بہتر کسی شخص پر آفتاب نے طلوع نہیں کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے کہوں گا کہ اے پروردگار اس وقت جو تیری مخلوق میں سب سے بہتر تھا اس کو خلیفہ بنا کے آیا ہوں۔ پھر ان کی استقامت کے لئے بہت دعا مانگی اور ان کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ بعد میں جو ان کی زندگی کا دستور العمل رہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے خلافت نامہ لکھوانے سے پہلے عام رائے کا اندازہ بھی کر لیا تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عثمانؓ وغیرہ سے دریافت کرنا اسی مقصد سے تھا۔ پھر خلافت نامہ حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے غلام کو دیا کہ جاؤ مجمع میں سنا دو اور خود بالا خانے پر جا کر مجمع سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے لوگو! میں نے اپنے کسی عزیز قریب کو خلیفہ نہیں بنایا۔ بلکہ عمر بن خطاب کو بنایا ہے۔ کیا تم سب اس پر راضی ہو؟ سب نے کہا:''سمعنا و اطعنا''

فاروق اعظمؓ کی خلافت

آپ کی خلافت خدا کی قدرت کاملہ اور رحمت واسعہ کا ایک عجیب نمونہ تھی جو کمالات رسول خدا ﷺ کی تعلیم وتربیت نے ان کی ذات والا میں پیدا کر دیئے تھے۔ ان کے ظہور کا پورا موقعہ زمانہ خلافت ہی میں ظاہر ہوا۔ جو جو وعدے حق تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ سے کئے تھے اور جو جو پیشین گوئیاں قرآن مجید اور احادیث میں تمکین دین اور ظہور ہدایت وفتوحات کی مذکور ہیں۔ وہ باحسن وجوہ آپ ہی کی خلافت میں مکمل ہوئیں۔ اگر آپ کے عہد خلافت کے کارنامے اور آپ کے ظاہری اور باطنی کمالات بالاجمال بھی بیان کئے جائیں تو ایک دفتر چاہئے۔

اگر آپ کے عدل وانصاف اور ملکی انتظامات اور فتوحات پر نظر ڈالی جاتی ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ وہ کام آپ سے ظاہر ہوئے۔ جن کا کوئی نمونہ دنیا میں پہلے سے موجود نہیں تھا اور اگر آپ کی دینی خدامت اور روحانی کمالات کو دیکھا جاتا ہے تو آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں اور صفحات تاریخ میں جامعیت کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ تواضع کی صفت آپ میں اس قدر تھی کہ اس کا اندازہ کرنے سے عقل انسانی عاجز ہے۔ عرب وعجم کا بادشاہ، بلکہ بادشاہوں کا فرمانروا اور اس میں اس قدر تواضع۔ خلیفہ ہونے کے بعد منبر پر جو گئے تو منبر کے اس زینے پر بیٹھے۔ جس پر حضرت صدیقؓ پاؤں رکھتے تھے۔ لوگوں نے کہا، اوپر بیٹھئے تو فرمایا: میرے لئے یہی کافی ہے کہ مجھے اس مقام پر جگہ مل

جائے۔ جہاں صدیقؓ کے پاؤں رہتے تھے۔ شروع میں لوگوں نے آپ کو خلیفۂ رسول کہنا چاہا تو فرمایا: میں اس قابل نہیں ہوں اور اپنے لئے ایک سادہ لفظ امیرالمومنین پسند فرمایا۔ یہ لفظ سب سے پہلے آپ ہی کے لئے استعمال ہوا۔ علمی کمالات کا ذکر ہوتا تو کبھی اپنا شمار کسی درجہ میں نہ فرماتے۔ دوسرے کا حوالہ دیتے۔ حالانکہ بہ شہادت نبوی خود سب سے اعلم تھے۔ ایک روز خطبہ میں فرمایا کہ جس کو قرآن شریف کے متعلق کچھ پوچھنا ہو۔ وہ ابی بن کعبؓ کے پاس جائے اور جس کو حلال وحرام کے متعلق دریافت کرنا ہو۔ وہ معاذ بن جبلؓ کے پاس جائے اور جس کو میراث کا مسئلہ پوچھنا ہو وہ زید بن ثابتؓ کے پاس جائے اور جس کو مال کی ضرورت ہو، وہ میرے پاس آئے اور یہ کلمہ تو نہ معلوم کتنے لوگوں کی نسبت فرمایا: ''لولا فلان لهلک عمر '' یعنی اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ مثلاً ایک عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیا جو زنا سے حاملہ تھی۔ حضرت معاذؓ نے کہا کہ امیرالمومنین یہ عورت حاملہ ہے۔ ابھی سنگسار کرنے سے بچہ ضائع ہو جائے گا۔ یہ سنتے ہی اپنے حکم کو واپس لے لیا اور فرمایا: ''لولا معاذ لهلک عمر '' اگر معاذؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا اور مثلاً ایک مرتبہ ایک عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؓ نے کہا کیا آپ نے نہیں سنا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں۔ یعنی ان پر کوئی حکم شرعی جاری نہیں ہوتا۔ مجنون اور نابالغ بچہ اور سوتا ہوا آدمی۔ فرمایا: ہاں سنا تو ہے۔ پھر کیا بات ہوئی۔ حضرت علیؓ نے کہا: وہ عورت جس کے سنگسار کرنے کا حکم آپ نے دیا ہے مجنون ہے۔ یہ سنتے ہی اپنا حکم واپس لے لیا اور فرمایا: ''لولا علیؓ لهلک عمر'' یعنی اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔

ایک روز خطبے میں فرمایا: اے لوگو! عورتوں کے مہر زیادہ نہ باندھا کرو۔ رسول خدا ﷺ کی ازواج مطہراتؓ اور صاحبزادیوںؓ سے زیادہ اگر مہر ہوگا تو میں اس زائد مقدار کو ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر لوں گا۔ ایک بڑھیا بول اٹھی کہ آپ کو ایسا کرنے کا کیا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: ''واتیتم احدهن قنطاراً فلا تاخذوا منه شیئاً '' بس اس کو سن کر منبر سے یہ کہتے ہوئے اتر آئے کہ ''کل الناس اعلم من عمر حتی العجائز '' یعنی سب لوگ عمر سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ بڑھیا بھی۔ کھانے کا یہ حال تھا کہ اس وقت کوئی ادنیٰ شخص بھی اس کھانے کو بہ رغبت نہ کھا سکتا تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ تین روٹیاں آپ کے لئے آتی تھیں۔ جن میں کبھی روغن زیتون لگا ہوتا تھا کبھی گھی اور کبھی خشک روٹیوں کے ساتھ دودھ ہوتا تھا اور کبھی سکھایا ہوا گوشت جو کوٹ کر ابال لیا جاتا تھا اور کبھی تازہ گوشت بھی ہوتا تھا۔ (طبقات ج۳)

ایک مرتبہ عراق سے کچھ مہمان آپ کے پاس آئے۔ جن میں حضرت جریر بن عبداللہ بھی تھے۔ ان لوگوں سے آپ کا کھانا نہیں کھایا گیا۔ لباس کا یہ حال تھا کہ سال بھر میں دو ہی جوڑے بیت المال سے لیتے تھے۔ وہ بھی کسی موٹے اور کھرے کپڑے کے اور وہ بھی جب پھٹ جاتے تو ان میں پیوند لگاتے تھے اور پیوند بھی کبھی چمڑے کے اور کبھی ٹاٹ کے۔ ایک مرتبہ شمار کیا گیا تو کرتے میں دونوں شانوں کے درمیان چار پیوند تھے اور ازار میں بارہ پیوند تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے سترہ پیوند ان کے لباس میں شمار کئے۔ جب ملک شام تشریف لے گئے تو ایسا ہی پیوندار لباس جسم اقدس پر تھا۔ مسلمانوں نے کہا کہ آج علماء یہود ونصاریٰ آپ کو دیکھنے

آئیں گے۔ان کی نظر میں کیسی سبکی ہوگی اور وہ کیا ہیں گے۔فرمایا ہم کو کسی کے کہنے کی کچھ پرواہ نہیں۔ ہمیں اللہ نے اسلام سے عزت دی ہے۔لباس سے ہماری عزت نہیں ہے۔قیام بیت المقدس کے زمانہ میں آپ کا کرتہ پشت کی جانب سے پھٹ گیا تو آپ نے کسی کو دیا کہ دھو دے اور پیوند لگا دے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔مگر اس کے ساتھ ہی ایک اور اچھے کپڑے کا نیا کرتہ بھی آپ کے لئے بنا دیا گیا اور دونوں آپ کے سامنے پیش کئے گئے۔آپ نے نئے کرتے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ یہ بہت نرم کپڑا ہے اور واپس کر دیا اور فرمایا کہ میرا وہی کرتہ اچھا ہے۔اس میں پسینہ خوب جذب ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ تقریباً پچاس صحابہ کرامؓ جو مہاجرین میں سے تھے مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ان میں باہم حضرت فاروقؓ کے زہد کا تذکرہ تھا۔کہنے لگے دیکھو تو کسریٰ وقیصر کی سلطنت جس کے قبضہ میں ہے۔مشرق ومغرب میں جس کا حکم چل رہا ہے عرب وعجم کے وفود جس کے پاس آتے ہیں اور اس کو اس حالت میں دیکھتے ہیں کہ اس کے لباس میں بارہ بارہ پیوند لگے ہوئے ہیں۔ان سے کہنا چاہئے کہ وہ اس لباس کو بدل دیں۔اچھا کپڑا پہنا کریں کہ عمدہ لباس سے بھی ایک ہیبت ہوتی ہے اور کھانے کا بھی کوئی عمدہ انتظام کیا جائے۔دونوں وقت وسیع دسترخوان بچھا کر اور مہاجرینؓ وانصارؓ جوان سے ملنے آتے ہیں۔وہ ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہوا کریں۔لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ حضرت فاروقؓ سے کچھ کہتا۔آخر سب کی رائے ہوئی کہ حضرت علیؓ سے کہنا چاہئے۔وہ ان سے کہہ سکتے ہیں چنانچہ سب لوگ حضرت علیؓ کے پاس گئے۔حضرت علیؓ نے فرمایا میں ایسی بات ان سے نہ کہوں گا۔امہات المومنین سے کہلوانا چاہئے۔احنف بن قیسؓ کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے پاس گئے۔دونوں ایک ہی جگہ مل گئیں۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اچھا میں کہوں گی اور حضرت حفصہؓ نے کہا کہ وہ مانیں گے نہیں۔مگر لوگوں کے اصرار سے دونوں امہات المومنین تشریف لے گئیں اور بڑی اچھی تمہید کے ساتھ حضرت فاروقؓ سے اس بارے میں گفتگو کی۔آپ سن کر رونے لگے اور رسول خدا ﷺ کی تنگی معیشت کا ذکر کر کے ان دونوں کو بھی رلایا اور فرمایا کہ سنو! میرے دو صاحب تھے۔میں نے ان کو جس حالت میں دیکھا ہے اگر میں اس حالت کے خلاف اختیار کروں تو پھر مجھ کو ان کا ساتھ نصیب نہیں ہوسکتا۔یہی حالت حضرت فاروقؓ کی اخیر وقت تک رہی۔ذرا تغیر نہیں ہونے پایا۔

ایک روز کچھ چادریں اپ نے مدینہ کی عورتوں کو تقسیم کیں۔ایک چادر بہت عمدہ بچ رہی تو کسی نے کہا کہ امیرالمومنین یہ چادر حضرت علی مرتضیٰؓ کی صاحبزادی یعنی ام کلثومؓ کو دے دیجئے۔جو آپ کے نکاح میں ہیں۔فرمایا نہیں ام سلیط اس کی زیادہ حقدار ہیں۔(وہ ایک انصاری خاتون اور صحابیہ تھیں) وہ غزوہ احد میں ہم لوگوں کے لئے مشک بھر بھر کر پانی لاتی تھیں۔(صحیح بخاری) ایک مرتبہ اور ایسا ہی ہوا تو لوگوں نے رائے دی کہ اپنی بہو صفیہؓ بنت ابوعبید زوجہ عبداللہ بن عمرؓ کو دیجئے۔اس وقت بھی آپ نے ایسا ہی فرمایا۔(فتح الباری ج۶)

ایک مرتبہ بحرین سے کچھ مشک آ گیا۔آپ نے فرمایا کوئی عورت تول دیتی تو میں اس کو تقسیم کر دیتا۔آپ کی بی بی صاحبہ حضرت عاتکہؓ نے فرمایا کہ میں تول دوں۔آپ نے فرمایا نہیں وہ تمہارے ہاتھ میں لگے گا۔وہی ہاتھ تم اپنی گردن میں لگاؤ گی۔نتیجہ یہ ہوگا کہ اور مسلمان سے زیادہ تمہارے حصہ میں آ جائے گا۔

آپ نے آخری وقت میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا کہ بیت المال کے اسی ہزار درہم میرے اوپر قرض ہیں۔ میرے باغ وغیرہ وغیرہ فروخت کر کے یہ رقم بیت المال میں واپس کر دینا۔ اے عبداللہ! تم میرے سامنے اس کی ضمانت کرو۔ چنانچہ وہ ضامن ہوگئے اور آپ کے دفن سے پہلے انہوں نے اہل شوریٰ اور چند انصار کو اس معاملہ پر گواہ کر لیا اور ایک ہفتہ کے اندر ہی فروخت کر کے پوری رقم حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچادی اور ایک تحریر بے باقی کی لے لی۔ جس پر چند گواہیاں بھی تھیں۔ (طبقات ج۳)

عبادت کی حالت یہ تھی کہ نماز اور جماعت کا بڑا اہتمام فرماتے تھے۔ تمام صوبوں کے حکام کو نماز کے متعلق ایک فرمان بھیجا تھا۔ کسی کو جماعت میں نہ دیکھتے تو اس سے باز پرس کرتے۔ چنانچہ سلیمان بن ابی حثمہؓ کو فجر کی نماز میں نہ دیکھا تو ان کے گھر تشریف لے گئے۔ معلوم ہوا، تہجد کی نماز میں وہ تھک گئے۔ اس لئے فجر کی نماز گھر ہی میں پڑھ لی۔ اس پر ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ مجھے فجر کی جماعت نماز تہجد سے زیادہ محبوب ہے۔ (مشکوٰۃ) نماز میں خشوع اور تواضع اور توجہ الی اللہ کی بڑی تاکید فرماتے۔ جس وقت زخمی ہوئے ہیں۔ فجر کی نماز کا وقت تھا۔ کسی نے کہا کہ امیرالمومنین کی آج فجر کی نماز قضا ہوئی جاتی ہے۔ بیہوش تھے مگر یہ آواز سنتے ہی آنکھ کھول دی اور فرمایا۔ مجھے جلدی نماز پڑھاؤ۔ جس کی نماز جاتی رہی۔ اس کا کچھ حصہ اسلام میں نہیں۔ نماز تہجد سے بڑی رغبت تھی۔ کبھی ترک نہ فرماتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے تھے۔ ''وامر اھلک بالصلوٰۃ'' نماز تراویح کی بنیاد تو رسول خداﷺ نے ڈالی۔ مگر اس کی ترویج اور اس میں ختم قرآن کا سلسلہ حضرت فاروقؓ سے انجام کو پہنچا۔ حضرت علیؓ رمضان المبارک میں فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ اس کی قبر کو روشن کر جس نے ہماری مسجدوں کو روشن کر دیا۔ (شرح اربع ترمذی)

زکوٰۃ وصدقات میں بڑا اہتمام کرتے اور مساکین کو اس قدر دیتے کہ وہ غنی ہو جاتے۔ اخیر میں پے درپے روزے رکھا کرتے تھے۔ سوا ان پانچ دنوں کے جن میں روزہ حرام ہے۔ کسی دن ناغہ نہ کرتے تھے۔ حج کے لئے اپنی خلافت کے پہلے سال یعنی ۱۳ھ میں تو عبدالرحمن بن عوفؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور اس کے بعد پھر ہر سال خود تشریف لے جاتے تھے۔ اپنی خلافت میں دس حج کئے اور ۲۳ھ میں جو ان کی خلافت کا آخری سال تھا ازواج مطہراتؓ کو بھی حج کرانے لے گئے تھے۔ (طبقات ج۳) عمرے اپنی خلافت میں تین ادا کئے۔ ایک رجب ۱۷ھ میں اور دوسرا رجب ۲۱ھ میں۔ تیسرا رجب ۲۲ھ میں۔ (طبقات ج۳)

خشیت الٰہی اور خوف آخرت کی یہ حالت تھی کہ شاید اس صفت میں کوئی ان کا مساوی نہ نکلے۔ ایک روز گھاس کا ایک تنکا زمین سے اٹھا کر فرمانے لگے۔ کاش میں یہ تنکا ہوتا۔ کاش میں نہ پیدا ہوا ہوتا۔ ایک روز سورۂ اذا الشمس کورت کی تلاوت کر رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے ''واذا الصحف نشرت'' تو بیہوش ہو کر گر پڑے اور کئی دن تک ایسی حالت رہی کہ لوگ عیادت کو آتے تھے۔ ایک دن کسی گھر کی طرف گزر ہوا۔ وہ شخص نماز میں سورۂ والطور پڑھ رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا: ''ان عذاب ربک لواقع'' تو سواری سے اترے اور دیوار سے ٹیک لگا کر دیر تک بیٹھے رہے۔ اس کے بعد اپنے گھر آئے تو ایک مہینے تک بیمار رہے۔ لوگ دیکھنے کو آتے تھے اور

بیماری کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ کبھی کوئی اونٹ بیت المال کا گم ہو جاتا تو خود تلاش کرنے جاتے۔

ایک مرتبہ گرمیوں میں دوپہر کے وقت گرم ہوا چل رہی تھی اور آپ ایک اور اونٹ کی تلاش میں جا رہے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے دیکھا۔ انہوں نے کہا: امیر المومنین اس وقت کہاں آپ جاتے ہیں۔ اس کام کو کوئی اور کر لے گا۔ فرمایا: قیامت کے دن باز پرس تو مجھ ہی سے ہوگی۔ خوف کے ساتھ امید کا یہ حال تھا کہ فرماتے تھے کہ اگر قیامت کے دن یہ اعلان دیا جائے کہ سب لوگ جنت میں جائیں۔ سوا ایک کے تو مجھے امید ہوگی کہ شاید وہ ایک میں ہی ہوں اور اگر یہ اعلان دیا جائے کہ سب دوزخ میں جائیں سوا ایک کے تو مجھے خوف ہوگا کہ شاید وہ ایک میں ہی ہوں۔ رعیت پروری یا شفقت علی خلق اللہ کی صفت میں بھی آپ بے نظیر تھے۔ اپنی رعایا کے حال سے باخبر رہنے کے لئے راتوں کو اٹھ اٹھ کر گشت کیا کرتے تھے۔ آپ کے زمانے میں ایک بڑا قحط پڑا۔ جس کا نام عرب میں عام الرمادہ مشہور ہوگیا تھا۔ اس قحط میں آپ نے گیہوں، گھی اور گوشت کا استعمال ترک کر دیا تھا۔ جو کی خشک روٹی جس پر کبھی روغن زیتون لگا ہوتا تھا۔ استعمال کرتے تھے اور وہ ہضم نہ ہوتی تھی۔ ایک روز اپنے پیٹ سے خطاب کر کے فرمایا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے اس قحط کو دور نہ کرے گا۔ اس کے سوا تجھ کو کچھ نہیں مل سکتا۔ اس قحط کے لئے آپ نے اپنے حکام کو لکھ کر بھیجا کہ مدینہ منورہ کے لئے غلہ بھیجو۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ نے چار ہزار اونٹ غلہ کے ملک شام سے بھیجے اور حضرت عمرو بن عاصؓ نے سو کشتیاں مصر سے براہ دریا روانہ کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غلہ کا جو نرخ مصر میں تھا۔ وہی مدینہ میں بھی ہوگیا۔ اس قحط میں آپ نے یہ بھی کیا کہ بیت المال میں جس قدر روپیہ تھا سب فقراء ومساکین کو تقسیم کر دیا۔ بالآخر یہ قحط آپ ہی کی دعا سے دور ہوا۔ ایک شخص نے رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ عمر بن خطابؓ سے جا کر کہو کہ قحط دفع ہونے کے لئے دعا مانگیں۔ چنانچہ آپ نے دعا مانگی۔ حضرت عباسؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے یا اللہ! ہم تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ اختیار کرتے ہیں۔ پانی برسا دے، دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ پانی برسنے لگا۔

بیت المال سے وظائف کی تقسیم کا آپ نے عجیب انتظام کیا تھا۔ اس کے لئے ایک علیحدہ دفتر بنایا۔ تمام مسلمانوں کے نام اس میں لکھوائے اور سب سے زیادہ رسول خدا ﷺ کی قرابت کا لحاظ فرمایا۔ اس کے بعد اور فضائل کا۔ یہ ایک بہت مشکل بات تھی۔ جس کا پورا کرنا ان ہی کا کام تھا۔ حضرت عباسؓ کا وظیفہ بارہ ہزار مقرر کیا۔ ازواج مطہراتؓ کا دس دس ہزار، سوا حضرت عائشہؓ کے کہ ان کا بارہ ہزار تھا۔ اصحاب بدرؓ کا پانچ پانچ ہزار، انصارؓ کا چار چار ہزار، مہاجرین حبشؓ کا چار چار ہزار، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی وجہ سے ان کے فرزند عمر بن ابی سلمہؓ کا چار ہزار، حضرت حسنینؓ کا پانچ پانچ ہزار، مہاجرین وانصار کی خواتین میں کسی کا تین سو، کسی کا چار سو۔ بعض مہاجرین وانصار کا دو ہزار اور باقی مسلمانوں میں کسی کا تین سو، کسی کا چار سو۔ پھر قبیلے قبیلے کا دفتر جدا تھا۔ سرداران فوج کا جدا۔ غرضیکہ عجیب انتظام تھا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کی اس سیاست کا نتیجہ یہ تھا کہ جیسا امن اور جیسا عدل وانصاف ان کے زمانے میں رہا۔ اس کی نظیر نہ اس سے پہلے کبھی پائی گئی نہ اس کے بعد۔

سیدنا حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما

مولانا اللہ وسایا

سیدنا علیؓ کے لخت جگر، سیدۃ النساء اہل الجنۃ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے نور نظر، رحمت عالم ﷺ کے محبوب نواسے سیدنا حسینؓ ابن علیؓ شعبان ۴ ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام خود رحمت عالم ﷺ نے حسینؓ تجویز فرمایا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے شہد آپؓ کے تالو کو لگایا۔ جسے آپ چوستے رہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سیدنا حسینؓ کے منہ میں دی جسے سیدنا حسینؓ دیر تک چوستے رہے۔ زہے نصیب! سب سے پہلی خوراک جو سیدنا حسینؓ کے پیٹ مبارک میں اتری وہ نبوت کے دست اقدس سے شہد اور خود آنحضرت ﷺ کے دہن مبارک کا لعاب مبارک تھا۔ (حسینؓ تیرے مقدر پر پوری امت کے نونہالوں کو رشک کرنا چاہئے۔ قیامت تک آنے والی امت کے لئے آپؓ قابل تکریم ولائق تعظیم ہیں اور آپؓ سے محبت ایمان کا معیار اور آپؓ سے بغض قابل نفرین وپھٹکار ہے)

آنحضرت ﷺ نے آپ کے کانوں میں آذان اور تکبیر ارشاد فرمائی۔ سیدنا حسینؓ بچپنے میں روتے تو آنحضرت ﷺ اپنی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ سے ارشاد فرماتے کہ انہیں چپ کراؤ۔ ان کے رونے سے میرا دل دکھتا ہے۔

آپ ﷺ مسجد نبویؐ میں خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ (چھوٹی عمر) میں حضرت حسینؓ گھر سے مسجد میں تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے خطبہ موقوف فرمادیا۔ منبر مبارک سے اترے اور انہیں سینہ سے لگایا۔ منبر پر تشریف لائے تو فرمایا: ''اولادنا اکبادنا'' یہ ہماری اولاد ہمارے جگر کے ٹکڑے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر چلا دیا ہے۔

سیدنا حسینؓ کا چہرہ مہرہ رحمت عالم ﷺ سے ملتا جلتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ سیدنا علی المرتضیٰؓ سے سیدنا صدیق اکبرؓ گفتگو فرما رہے تھے۔ اسی اثناء میں سیدنا حسینؓ آ کر حضرت علیؓ کی گود میں بیٹھ گئے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے محبت بھرے انداز میں اتنی محبت وشفقت سے بلایا کہ والد گرامی سیدنا علی المرتضیٰؓ کی گود سے اٹھ کر حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کی گود میں آ بیٹھے۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے سیدنا حسینؓ کے رخساروں کو تھپکایا۔ گہری نظر سے چہرہ حسینیؓ کا دیدار کیا۔ پھر مسکراتے ہوئے سیدنا صدیق اکبرؓ نے سیدنا علی المرتضیٰؓ سے فرمایا: ''ابناً لعلیٍّ شبہاً للنبیِّ'' حسینؓ بیٹے تو حضرت علیؓ کے ہیں لیکن شکل وصورت سے اپنے نانا حضرت ﷺ کے مشابہ ہیں۔

ایک اور روایت کے مطابق سیدنا حسینؓ کا چہرہ اور سیدنا حسنؓ کا قد کاٹھ آنحضرت ﷺ سے ملتا تھا۔ آپ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ ان دونوں شہزادوں کو ایک جگہ ایک ساتھ کھڑا کر دیتے تھے تو آنحضرت ﷺ کی تصویر آنکھوں کے سامنے آجاتی تھی۔

سیدنا صدیق اکبرؓ، سیدنا فاروق اعظمؓ، سیدنا عثمانؓ نے اپنے اپنے دور خلافت میں جس طرح ان شہزادوں

کا خیال رکھا وہ ہر مسلمان کے لئے مشعل راہ ہونا چاہئے اور پھر ان شہزادوں نے جس طرح سیدنا عثمانؓ کا بلوائیوں سے دفاع کے لئے کردار ادا کیا وہ محبت اہل بیت کے دعویداروں کو سامنے رکھنا چاہئے۔

سیدنا حسینؓ انتہائی وجیہہ، عابد، زاہد اور شب بیدار تھے۔ ان کے فضائل کے لئے اتنا کافی ہے کہ خلفائے راشدین کی آنکھوں کا تارا اور خود آنحضرتﷺ کے قلب اطہر کی ٹھنڈک تھے۔ سیدنا حسینؓ نے اپنے والد گرامی سیدنا علیؓ اور برادر بزرگ سیدنا حسنؓ کے بعد جس طرح خانوادہ نبوت کا خیال رکھا یہ وہ بلند مرتبہ ہے جنہیں مل گیا۔ سیدنا حسنؓ کے خلافت سے دستبردار ہونے کے بعد سیدنا معاویہؓ خلیفہ مقرر ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد یزید اقتدار پر براجمان ہوا تو سیدنا حسینؓ کی شہادت کا کربلا میں وہ خونیں حادثہ پیش آیا جس سے تاریخ اسلام کی جبیں عرق آلود ہوگئی۔ یزید اور یزیدیوں نے بعد میں اپنے کئے کی سزا پائی اور خوب پائی۔ قدرت کے کرم کو دیکھیں کہ آج تک یزیدیت آنکھیں چراتی اور منہ چھپائے پھر رہی ہے۔

حسینؓ آج بھی زندہ ہے۔ ان کی محبت سے ہر مسلمان کا ایمان زندہ ہے۔ اس لئے کہ رحمت عالمﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ’’الحسینؓ منی وانا من الحسینؓ‘‘ حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں۔

ہر مسلمان آنحضرتﷺ کی اس حدیث شریف پر عمل کرتے ہوئے یہ عقیدہ رکھے کہ حسینؓ ہمارے ہیں اور ہم حسینؓ کے ہیں۔ ہمارا یزید سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم حسین کے ہیں اور وہ ہمارے ہیں۔ امین بحرمۃ النبی الکریم!

دروس ختم نبوت کوئٹہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کی طرف سے ۳۱؍اگست کو صوبائی دارالحکومت کوئٹہ میں دروس ختم نبوت کا انعقاد کیا گیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے بعد نماز عصر جامع مسجد طوبیٰ اور بعد نماز مغرب جامع مسجد فیض محمد میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ پر درس دیئے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما مولانا محمد اکرم طوفانی نے بعد نماز ظہر مرکزی جامع مسجد اور بعد نماز مغرب جامع مسجد گول نواں کلی میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت وفضیلت اور مرزا قادیانی کے کذب پر درس دیئے۔

تحفظ ختم نبوت سیمینار

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے زیراہتمام ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء پاکستان کی قومی اسمبلی کے تاریخ ساز فیصلے کی یاد میں پریس کلب کوئٹہ میں تحفظ ختم نبوت سیمینار منعقد کیا گیا۔ جس میں امیر مولانا عبدالواحد، مولانا انوار الحق حقانی، مولانا عبدالرحیم رحیمی، مولانا محمد یونس، سابق صوبائی وزیر مولانا حافظ حسین احمد شرودی، مولانا حبیب اللہ مینگل، مولانا سلیم بارک، جمعیت اہل حدیث کے مفتی ذکریا ذاکر، انجمن تاجران کے چیئرمین حاجی تاج آغا نے خطاب کیا۔ جب کہ تلاوت کے فرائض ملک پاکستان کے مایہ ناز قاری جناب قاری محمد ابراہیم کاسی نے سرانجام دیئے۔

اصحاب بدر کا اجمالی تعارف

قسط نمبر:5 مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

٥١......حرام ابن ملحان ابن خالد الخزرجی الانصاریؓ

انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ خادم رسول حضرت انس بن مالکؓ کے ماموں تھے۔ اپنے بھائی سلیم بن ملحان کے ساتھ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور بیر معونہ میں شہید کر دیئے گئے۔ بیر معونہ میں جب انہیں تیر لگا تو اپنا خون لے کر چہرہ اور سر پر مل کر فرمانے لگے کہ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا۔

(الاستیعاب ۱/۲۹۸، سبیل الہدیٰ والرشاد ۹۸)

٥٢......حریث بن زید ابن ثعلبہ الخزرجیؓ

حضرت حریث اپنے بھائی عبداللہ ابن زیدؓ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ عبداللہ بن زیدؓ وہ بزرگ ہیں جنہیں فرشتہ اذان دیتے ہوئے دکھائی دیا۔ ایسے ہی غزوہ احد میں بھی شریک ہوئے۔ (سیرت ابن ہشام ۲/۳۵۹)

٥٣......الحصین بن الحارث ابن المطلب القرشی المطلبیؓ

آپ کی والدہ محترمہ کا نام خیلہ بنت خزاعی الثقفیہ ہے۔ اپنے بھائیوں عبیدہ اور طفیل کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور ایسے ہی احد سمیت تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حصین بن حارثؓ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: ''ان الذین یتلون کتاب اللہ واقاموا الصلوٰۃ (فاطر:۲۹)'' نیز یہ بھی کہا گیا کہ ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ''کان یرجو لقاء ربہ (الکہف:۱۱۰)'' حضرت حصین ابن الحارث کی وفات ۳۳ھ میں ہوئی۔ (ابن ہشام ۲/۳۳۲)

٥٤......ابو الحمراء مولیٰ حارثہ بن رفاعہ حلیف الخزرجؓ

بدر و احد میں شریک ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ عفراء کے غلام تھے۔ ان کے نام کی صراحت کسی نے ذکر نہیں کی۔ یہ ابو الحمراء حلال بن الحارث کے علاوہ ہیں۔ جو سرور دو عالم ﷺ کے غلام تھے۔ (سیرت ابن ہشام ۲/۳۲۰)

٥٥......حمزۃ ابن عبد المطلب بن ہاشم القرشی الہاشمیؓ

رسول اللہ ﷺ کے عم محترم (چچا) آپ کی کنیت ابوعمارہ تھی۔ آپ قبل از اسلام اور بعد از اسلام بھی قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ آپ کی ولادت اور نشو ونما مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ معززین قریش میں سے تھے۔ نیز رسول اللہ ﷺ کے رضاعی بھائی بھی تھے۔ شکار کے شوقین تھے۔ ایک روز ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ کی اہانت کی۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے ابوجہل کے سر میں کمان مار کر اس کو زخمی کر دیا اور اپنے اسلام کا اعلان و اظہار کیا۔ آپ ۲ رنبوت میں اسلام لائے اور حضور ﷺ کی نصرت و امداد میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ آپ کے اسلام قبول کرنے سے

قریش کے مظالم میں کمی واقع ہوئی۔ آپ نے رحمت عالم ﷺ کے ساتھ مدینہ طیبہ ہجرت کی اور غزوہ بدر میں شرکت فرمائی۔ آپ نے شیبہ بن ربیعہ کو قتل کیا۔ سرور دو عالم ﷺ نے ایک سریہ میں آپ کو جھنڈا عنایت فرما کر بھیجا۔ اسلام میں سب سے پہلا جھنڈا تھا۔ آپ کو غزوہ احد میں وحشی بن حرب نے شہید کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اسد اللہ اور سید الشہداء کے القاب عنایت فرمائے۔ حضرت امیر حمزہؓ اور عبداللہ بن جحش کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ آپ کی میت مبارک پر آئے کہ آپ کی میت مبارک کا مثلہ کیا گیا تھا۔ یہ منظر رسول اللہ ﷺ کے لئے انتہائی المناک اور غمناک تھا۔ آپ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا اے چچا اللہ پاک آپ پر رحم فرمائیں۔ آپ بہت صلہ رحمی کرنے والے اور خیر کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ (سیرت ابن ہشام ۲/۳۳۳)

۵۶......ابو حنہ بن ثابت النعمان الاوسیؓ

ابو حنہ کو ابو حبہ بھی کہا گیا ہے اور ایسے ہی ابو حیہ بھی۔ آپ کا نام مالک ابن عمرو بن ثابت تھا۔ بعض حضرات نے کہا کہ آپ کا نام عامر تھا۔ عبداللہ بن محمد ابن عمارۃ الانصاری فرماتے ہیں کہ جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے وہ ابو حنہ بن ثابت النعمان بن امیہ تھے۔ برک سے تعلق تھا۔ یہ ابو ضیاح کے بھائی تھے۔ غزوہ احد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ (الاستیعاب ۴/۱۶۲۸، اسد الغابہ ۶/۷۰)

۵۷......خارجہ ابن زید ابن ابو زہیر الخزرجی الانصاریؓ

آپ کی کنیت ابو زید الانصاری، غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور غزوہ احد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ حضرت صدیق اکبرؓ کے سسر تھے۔ کیونکہ آپ کی صاحبزادی حضرت صدیق اکبرؓ کے نکاح میں آئیں۔ محترمہ حاملہ تھیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے درمیان مواخات فرمائی۔ خارجہ زید بن خارجہ کے والد تھے۔ جنہوں نے موت کے بعد کلام کیا۔ (طبقات ابن سعد ۳/۵۲۲)

۵۸......خارجہ بن حمیر الاشجعی

بنو دھمان سے تعلق تھا۔ جو بنو خنسا کے حلیف تھے۔ آپ اور آپ کے بھائی عبداللہ بن حمیر غزوہ بدر میں شامل ہوئے۔ موسیٰ بن عقبہ فرماتے ہیں کہ خارجہ حارثہ بن عمیر ہیں۔ اس میں اتفاق ہے کہ آپ کا تعلق بنو اشجع سے تھا۔ (سیرت بن ہشام ۲/۳۵۵)

۵۹......خالد بن بکیر بن عبد یا لیل

مولیٰ بنو عدی جو قریش کے حلیف تھے۔ آپ عاقل، ایاس، عامر بن البکیر کے بھائی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے زید بن دثنہ سے مواخات کرائی۔ خالد اپنے بھائیوں کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور ایسے ہی احد میں بھی شرکت فرمائی۔ غزوہ ذات الرجیع کے موقع پر شہید کر دیئے گئے۔ ماہ صفر ۴ ہجری میں شہادت کے وقت آپ کی عمر ۳۴ سال تھی۔ (سیرت ابن ہشام ۲/۳۴۰)

رحمۃ للعالمین ﷺ کے والدین شریفین جنتی ہیں

آخری قسط

حضرت مولانا عبدالخالق گھلو

اس مضمون کی دو اقساط ماہنامہ لولاک کے دو شماروں میں شائع ہوچکی ہیں۔ اب یہ آخری قسط ہے۔ ہم نے ابتداء میں تحریر کیا تھا کہ یہ مضمون حضرت مولانا عبدالخالق بانی دارالعلوم کبیروالا کا ہے۔ لیکن اب وہاڑی کے جناب وقاص احمد کے والا نامہ سے معلوم ہوا کہ یہ مضمون مولانا عبدالخالق گھلو مظفرگڑھی فاضل دیوبند کا ہے۔ چنانچہ مکتبہ حقانیہ سے جو نسخہ مولانا مسعود احمد نے شائع کیا اس کے اوائل میں یہ صراحت اور مولانا عبدالخالق مظفرگڑھی کے حالات بھی قلمبند کئے گئے ہیں۔ اس سہو پر ہم بوجہ اپنی لاعلمی کے معذرت چاہتے ہیں۔ (ادارہ)

ایک اشکال کا جواب

صحیح مسلم ''بَابُ مَنْ مَاتَ عَلَی الْکُفْرِ فَهُوَ فِی النَّارِ وَلَا تَنَالُهُ شَفَاعَةٌ وَلَا تَنْفَعُهُ قَرَابَةٌ (ج۱ ص۱۱۴)'' میں حضرت انسؓ سے یہ روایت آئی ہے: ''اِنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیْنَ اَبِیْ قَالَ فِی النَّارِ قَالَ فَلَمَّا قَفّٰی دَعَاهُ فَقَالَ اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ'' ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ میرا باپ کہاں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نار میں ہے۔ پھر جب وہ شخص لوٹ کر جانے لگا تو حضور ﷺ نے اس کو بلا کر فرمایا کہ میرا باپ اور تیرا باپ نار میں ہیں تو اس حدیث کو تعارض ہے ان حدیثوں سے جن سے ابوین شریفین کا ناجی ہونا ثابت ہے۔

مثلاً حدیث احیاء اور یہ حدیث کہ ''هَبَطَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیَّ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ یُقْرِئُکَ السَّلَامَ وَیَقُوْلُ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلٰی صُلْبٍ اَنْزَلَکَ وَبَطْنٍ حَمَلَکَ الْحَدِیْثَ نَقَلَهُ الْاِمَامُ السُّیُوْطِیُّ فِی التَّعْظِیْمِ وَالْمِنَّةِ وَجَعَلَهُ دَلِیْلًا رَابِعًا لِمَوْضُوْعِ رِسَالَةٍ هٰذِهِ الْمُسَمَّاةِ بِالتَّعْظِیْمِ وَالْمِنَّةِ فِیْ اَنَّ اَبَوَیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْجَنَّةِ''

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مجھ پر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا کہ اللہ عزوجل آپ پر سلام بھیجتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے آگ کو حرام کیا اس پیٹھ پر جس نے آپ کو اتارا اور اس پیٹ پر جس نے آپ کو اٹھایا۔ آگے یہ تفسیر بھی موجود ہے: ''اَمَّا الصُّلْبُ فَعَبْدُاللّٰهِ وَاَمَّا الْبَطْنُ فَاٰمِنَةُ'' یعنی پیٹھ سے مراد آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ اور پیٹ سے مراد آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ ہیں۔ اس حدیث کے راوی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں تو حدیث ''اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ'' سے امام جلال الدین سیوطیؒ نے یہ جواب دیا

ہے کہ یہ حدیث معلول ہے۔ اس میں دو علتیں ہیں ایک اسناد میں دوسری متن میں۔ اسناد کی علت تو یہ ہے کہ اس حدیث کو امام مسلمؒ اور ابوداؤد حماد بن سلمہ عن ثابت عن انسؓ کے طریق سے لائے ہیں اور اس حدیث میں امام مسلمؒ، امام بخاریؒ سے منفرد ہیں۔ یعنی اس حدیث کو فقط امام مسلمؒ لائے ہیں۔ امام بخاریؒ نہیں لائے اور امام مسلمؒ جن حدیثوں میں امام بخاریؒ سے منفرد ہیں ان میں سے بہت سی حدیثیں وہ ہیں کہ ان پر کلام کی گئی ہے اور بلاشک یہ حدیث بھی ان حدیثوں میں سے ہے جن پر کلام کی گئی ہے۔ کیونکہ ایک تو اس کا راوی ثابتؒ اگرچہ ثقہ ہے۔ لیکن ابن عدیؒ نے اپنی کتاب کامل میں اس کو ضعفاء میں درج کیا ہے۔ دوسرا اس حدیث کا راوی حماد بن سلمہ اگرچہ امام عابد عالم ہے۔ لیکن ایک جماعت نے اس کی روایات پر کلام کیا ہے اور امام بخاریؒ اپنی صحیح میں اس سے کوئی حدیث نہیں لائے اور حاکم نے مدخل میں کہا ہے کہ امام مسلمؒ بھی اس سے اصول میں کوئی حدیث نہیں لائے۔ سوائے ایک حدیث کے ثابت سے بلکہ فقط شواہد میں اس سے حدیثیں لائے ہیں اور امام ذہبیؒ نے کہا ہے کہ حماد ثقہ ہے۔ لیکن صاحب اوہام ہے اور اس کی حدیثوں میں منکرات بہت ہیں اور یہ احادیث کو یاد نہ رکھتا تھا۔ کتاب پر اس کا اعتماد تھا۔ لیکن اس کی لکھی ہوئی حدیثوں میں اس کا ربیب ابی العرجاء بہت سی من گھڑت عبارتیں ٹھوس دیتا تھا۔ اس کی منکرات حدیثوں میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے جس کو وہ ثابت عن انسؓ کے اسناد سے لایا ہے کہ حضور ﷺ نے ''فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ (الاعراف:۱۴۳)'' پڑھ کر اپنی ''خنصر'' کے کنارہ کو ابہام پر لگایا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اس حدیث کو ابن جوزیؒ نے بھی موضوعات میں شمار کیا ہے اور کہا کہ یہ اس کے ربیب کی ٹھونسی ہوئی ہے اور ابن جوزیؒ نے کہا ہے کہ حمادؒ کی رواتیوں میں منکرات بہت ہیں اور امام سیوطیؒ نے فرمایا کہ اس حدیث کا اسناد جس کو ابن جوزیؒ نے موضوعات میں شمار کیا ہے اور حدیث ''اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ'' کا اسناد ایک ہے تو جب کہ ابن جوزیؒ اس اسناد کے ایک متن کو موضوع قرار دیتا ہے تو اسی اسناد کے دوسرے متن کو وہ اپنے لئے حجت کیسے بنا سکتا ہے؟ بلکہ اس دوسرے متن کو ہم بھی معلول قرار دیتے ہیں اور امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ حماد بن سلمہؒ کی منکرات حدیثوں میں دوسری منکر حدیث وہ ہے جس کا متن ہے۔

''رَاَیْتُ رَبِّیْ جَعْدًا اَمْرَدَ عَلَیْهِ خُضَرٌ'' ﴿میں نے اپنے رب کو گھنگھرالے بالوں والے بے ریش سبز لباس والے کی شکل میں دیکھا۔﴾

حالانکہ رب تعالیٰ کی شان ہے: ''لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْئٌ (الشوریٰ:۱۱)'' اور اس کو بھی ابن جوزیؒ نے موضوعات میں سے شمار کیا ہے۔ ابن جوزیؒ نے مسلمؒ کی بہت سی حدیثوں پر منکر کا حکم لگایا ہے تو جب کہ ابن جوزیؒ خود مسلمؒ کی بہت سی حدیثوں کو منکر قرار دیتا ہے اور حمادؒ کی کئی رواتیوں پر موضوع کا حکم لگا چکا ہے تو حمادؒ کی حدیث ''اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ'' کو جس کو امام مسلمؒ شواہد میں لائے ہیں وہ اپنے لئے حجت کیسے بنا سکتا ہے۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ دوسری علت حدیث ''اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ'' کے متن میں ہے۔ وہ یہ کہ ان الفاظ کو راوی نے روایت بالمعنی کے طور پر روایت کیا ہے۔ یعنی حضور ﷺ کے اصل الفاظ یہ نہ تھے۔ اصل الفاظ اور تھے جن کو حضور ﷺ نے توریہ کے طور پر ذکر فرمایا۔ لیکن راوی نے ان کا مطلب یہی سمجھ کر ''اِنَّ اَبِیْ

وَاٰبَاکَ فِی النَّارِ "" کہہ دیا۔ کیونکہ حضور ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ جب کوئی اعرابی آپ سے کوئی ایسی غیر ضروری بات دریافت کرتا تھا جس کے صریح جواب سے حضور ﷺ کو خطرہ گزرتا تھا۔ اس اعرابی تو مسلم "قَلِیْلُ الْفَھْمِ "کو شک گزرے گا یا اس کے دل کو اضطراب لاحق ہوگا تو آپ اس کو توریہ کے طور پر جواب فرمادیتے تھے۔ جیسا کہ ایک اعرابی نے آپ سے سوال کیا تھا کہ قیامت کب قائم ہوگی تو حضور ﷺ کو چونکہ یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اگر میں صریح طور پر یہ کہہ دوں کہ میں نہیں جانتا تو اس اعرابی قلیل الفہم کو میری نبوت میں شک گزرے گا۔ لہٰذا آپ نے اس مجلس کے سبب سے نوسن آدمی کی طرف اشارہ فرما کر فرمایا کہ اگر یہ نوسن (نوعمر) آدمی انسانوں کی پوری عمر پا کر مر گیا تو اس کے مرنے سے پہلے قیامت قائم ہو جائے گی۔ یعنی اس نوسن (نوعمر) کے پوری عمر پا کر مرنے سے پہلے باقی تمام سن رسیدہ آدمی مر جائیں گے اور ہر شخص کی موت اس کے لئے قیامت صغریٰ ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے:"مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیَامَتُہٗ "یعنی ہر شخص کی موت اس کی قیامت صغریٰ ہے تو لہٰذا یہاں بھی سائل نے تو سوال کیا تھا قیامت کبریٰ کے بارے میں تو اس کے متعلق صریح جواب "لَا اَعْلَمُھَا" سے چونکہ اس کے شک میں پڑنے اور ایمان میں خلل آنے کا خطرہ تھا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے توریۃً قیامت صغریٰ کے متعلق جواب فرمایا۔

تو اسی طرح جب اس اعرابی نے جس کے اعرابی ہونے کی سنن ابن ماجہ اور مسند بزار اور معجم کبیر طبرانی میں تصریح ہے یہ سوال کیا کہ "اَیْنَ اَبِیْ "اور اس کا جواب پایا"فِی النَّارِ "پھر سوال کیا"وَاَیْنَ اَبُوْکَ "تو اس کا جواب اگر آپ ﷺ فرماتے:"فِی الْجَنَّۃِ "یا"لَیْسَ فِی النَّارِ "تو اس موٹی فہم والے اعرابی سے خطرہ تھا کہ وہ اس کو رعایت پر محمول کرتا نہ کہ حقیقت پر۔ لہٰذا آپ نے اس کو یہ جواب فرمایا کہ:"اِذَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ مُشْرِکٍ فَبَشِّرْہُ بِالنَّارِ "جیسا کہ سنن ابن ماجہ اور مسند بزار اور معجم کبیر میں اس جواب کی تصریح ہے اور سند اس کی صحیح ہے اور رجال اس سند کے رجال صحیح کے ہیں۔ جیسا کہ امام سیوطیؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔

فقط ابن ماجہ کی سند کا پہلا راوی رجال ترمذی و ابن ماجہ سے ہے اور باقی راوی اس کے بھی رجال صحیح کے ہیں تو اس جواب سے راوی نے سمجھا کہ اس کا مطلب ہے:"اِنَّ اَبِیْ وَاٰبَاکَ فِی النَّارِ "" حالانکہ معمرؒ ثابت کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں اور معمرؒ"مِنْ حَیْثُ الرِّوَایَۃِ حَمَّادٌ "سے اقویٰ ہے۔ کیونکہ ایک تو اس کے حفظ پر کسی نے کلام نہیں کیا۔ دوسرا اس کی احادیث میں سے کسی حدیث کو کسی نے منکر نہیں سمجھا۔

تیسرا وہ شیخین کے رجال میں سے ہے۔ بخلاف حماد بن سلمہ کے کہ وہ فقط رجال مسلم میں سے ہے وہ بھی شواہد میں نہ کہ اصول میں اور یہ صاحب اوہام تھا اور حافظ نہیں تھا۔ بلکہ کتاب پر اس کا اعتماد تھا اور اس کی کتاب میں اس کے ربیب کی طرف سے بہت سی عبارات "مدسوسہ" ہیں۔

دوسرا جواب حدیث"اِنَّ اَبِیْ وَاٰبَاکَ فِی النَّارِ "" سے یہ ہے کہ ابی سے مراد یہاں اب حقیقی نہیں بلکہ اب مجازی مراد ہے۔ یعنی چچا مثلاً ابولہب کیونکہ چچا کو بھی مجازاً اب یعنی باپ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:"قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ آبَائِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ اِلٰھًا وَّاحِدًا (البقرۃ:۱۳۳)"

یعنی فرزندان یعقوب علیہ السلام نے یعقوب علیہ السلام کے سوال ’’مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ ‘‘ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے کے جواب میں کہا کہ ہم تیرے معبود اور تیرے آباء ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق علیہم السلام کے معبود واحد کی عبادت کریں گے تو یعقوب علیہ السلام کا حقیقی باپ بلاواسطہ تو حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام جوان کے چچا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جوان کے جدامجد یعنی دادا ہیں ان کو بھی ان کا اب یعنی باپ کہا گیا ہے اور اسی طرح چچا کے بیٹے کو بھی مجازاً بھائی کہا جاتا ہے۔جیسا کہ حدیث شریف میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو اپنا بھائی کہا ہے تو جب کہ چچا کو مجازاً باپ اور چچا کے بیٹے کو مجازاً بھائی کہا جاتا ہے تو ’’اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاکَ فِی النَّارِ ‘‘ میں بھی ابی سے مراد چچا لیا جاسکتا ہے۔یعنی ابولہب جو قطعاً ناری ہے۔لقولہ تعالیٰ:

’’تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ (سورۃ اللھب) ‘‘

اسی طرح ’’لِاَبِیْهِ اٰزَرَ ‘‘ میں آزر کو بھی ان علماء نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا قرار دیا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے تمام اصول کے موحد اور ناجی ہونے کے قائل ہیں اور کہا ہے کہ قرآن کریم میں مجازاً اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اب یعنی باپ کہا گیا ہے اور اس مجاز کی دلیل انہوں نے آیت شریفہ ’’اَلَّذِیْ یَرَاكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ‘‘ کو اور حدیث شریف ’’لَمْ اَزَلْ اُنْقَلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِیْنَ اِلٰی اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ ‘‘ کو قرار دیا ہے۔کیونکہ ساجدین اور طاہرین اور طاہرات کے لفظ اصول کے مسلم اور موحد اور شرک وکفر سے پاک ہونے پر دال ہیں۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی عبارت بھی نقل کردی جائے جو خلاصہ ہے۔امام سیوطیؒ کے رسالہ مسالک الحنفاء کا شیخ صاحب اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ کے جلد اوّل ص ۷۶۵ میں فرماتے ہیں: ’’اما متاخرون ‘‘ پس تحقیق اثبات کردہ اند اسلام والدین شریفین بلکہ تمام آباء وامہات آنحضرت ﷺ را وایشاں در اثبات آں ۳ طریقہ است یا آنکہ ایشان بر دین ابراہیمی بودند یا آنکہ در زمان فترۃ قبل از بعثت خاتم الانبیاء ﷺ وفات یافتند یا آنکہ زندہ گردانید خدائے تعالیٰ ایشاں را بردست مبارک آنحضرت ﷺ بدعائے وی پس ایمان آوردند بوی وحدیث احیاء۔اگرچہ فی حد ذاتہ ضعیف است لیکن تصحیح وتحسین کردہ اند آں را بتعدد طرق انتہی۔

ترجمہ...... علماء متاخرین نے حضور ﷺ کے والدین شریفین بلکہ آپ ﷺ کے تمام آباء وامہات کے اسلام اور نجات کو تین طریقوں سے ثابت کیا ہے یا تو اس طرح کہ والدین شریفین دین ابراہیمی پر تھے اور یا حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے وفات پاگئے تھے اور یا حضور ﷺ کی دعا سے رب العزت جل شانہ نے انہیں زندہ کیا اور آپ ﷺ پر تفصیلی ایمان لائے اور احیاء کی حدیث اگرچہ فی حد ذاتہ ضعیف ہے۔لیکن تعدد طرق سے محدثین نے اس کی تحسین وتصحیح کی ہے یعنی اس کو حسن وصحیح لغیرہ قرار دیا ہے۔

تنبیہ...... اس حدیث کی تصحیح کرنے والوں میں سے امام قرطبیؒ اور حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ہیں۔

فائدہ...... شیخ محدث دہلویؒ نے جو اسلام اور نجات کے اثبات کے ان تین طریق کو حرف یا کے ساتھ بیان فرمایا ہے تو یہ حرف یا منع الجمع کے لئے نہیں بلکہ منع الخلو کے لئے ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

چونکہ ایک حدیث شریف میں یہ وارد ہے کہ ”زَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّہٖ فَبَکٰی وَاَبْکٰی مَنْ حَوْلَہٗ فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَلَہَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ وَاسْتَاْذَنْتُہٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَہَا فَاَذِنَ لِیْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّہَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ (رواہ مسلم فی آخر کتاب الجنائز وابوداؤد ج۲ ص۳۶۱، النسائی ج۱ ص۱۲۱، ابن ماجہ ص۱۱۳)“ ﴿حضور ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کی زیارت فرمائی۔ پس آپ ﷺ خود بھی روئے اور اپنے اردگرد والوں کو بھی رلایا اور فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ ماجدہ کے لئے استغفار کی اجازت چاہی تو یہ اجازت نہیں ملی اور ان کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی تو یہ اجازت مل گئی۔ پس تم قبور کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ اس سے موت یاد آتی ہے۔﴾

اور موت کا یاد کرنا مطلوب عندالشرع ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے: ”اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ہَادِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ)“ یعنی موت کو جو لذات دنیا کے توڑنے والی ہے بہت یاد کیا کرو۔

تو اس حدیث شریف سے امت کے بعض افراد نے یہ سمجھ لیا ہے کہ انہیں اجازت کے نہ ملنے کا سبب یہی ہے کہ ان کی موت اسلام اور توحید پر نہیں تھی۔ العیاذ باللہ! پھر اس بات کو ان افراد نے اپنا عقیدہ بنا لیا ہے اور مجالس میں علانیہ اس کی تبلیغ اور اشاعت کرتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ عقیدہ کی بناء دلیل قطعی پر ہوتی ہے۔ جو مفید یقین ہو۔ یعنی آیت: ”قَطْعِیُّ الدَّلَالَۃِ“ ہو یا حدیث متواتر ”قطعی الدلالۃ“ ہو یا امت کا اجماع قطعی ہو اور ان لوگوں کے اس دعویٰ پر نہ کوئی آیت ”قطعی الدلالۃ“ دال ہے اور نہ حدیث متواتر اور نہ امت کا اس پر اجماع ہے۔

اور حدیث مذکور کہ جس میں استغفار کی اجازت نہ ملنے کا ذکر ہے یہ نہ حدیث متواتر ہے، نہ مشہور بلکہ یہ خبر واحد ہے۔ کیونکہ اس کا راوی صحابی بھی ایک ہے۔ یعنی حضرت ابوہریرہؓ اور تابعی بھی ایک ہے ابوحازم اشجعی کوفی جس کا نام سلمان ہے۔ (تقریب التہذیب ص۲۰۰) یا ابوحازم اعرج تمار جس کا نام سلمہ بن دینار ہے۔ دیکھو (تقریب التہذیب ص۲۰۰) لیکن چونکہ ابوحازم سے حدیث مذکور کو روایت کرنے والا یزید بن کیسان ہے جو چھٹے طبقے کا ہے۔ (تقریب التہذیب ص۵۶۱) تو قریب قیاس یہ ہے کہ ابوحازم جس سے یزید بن کیسان حدیث مذکور کو روایت کر رہا ہے۔ ابوحازم اعرج تمار ہو جو پانچویں طبقے کا ہے۔ (تقریب التہذیب ص۲۰۰) کیونکہ چھٹے طبقے والے کا پانچویں طبقے والے سے روایت کرنا قرین قیاس ہے۔ اس سے نیچے یزید بن کیسان سے روایت کرنے والا صحیح مسلم میں مروان بن معاویہ ہے جو آٹھویں طبقے کا ہے۔ (تقریب التہذیب ص۴۸۸) یعنی تبع تابعین کا طبقہ وسطیٰ (تقریب التہذیب ص۳) اور

سنن نسائی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ میں یزید بن کیسان سے حدیث مذکور کو روایت کرنے والا محمد بن عبید ہے جو گیارھویں طبقہ کا ہے۔ (تقریب التہذیب ص۳۶۰) یعنی اتباع التابعین سے دو نمبر نیچے۔ (تقریب التہذیب ص۴)

تو جب کہ حدیث مذکور کے راوی صحابی سے تبع تابعی تک ایک ایک ہیں اور تبع تابعی سے نیچے کا تکثر رواۃ نہ حدیث کو مشہور بنا سکتا ہے نہ متواتر جیسا کہ کتب اصول فقہ میں اس کی تصریح ہے تو یہ حدیث خبر واحد ہوئی اور قطعی الثبوت نہیں ہوئی اور علاوہ اس کے یہ قطعی الدلالۃ بھی نہیں۔ کیونکہ استغفار کی اجازت نہ ملنا مستلزم عدم التوحید وعدم الاسلام کو نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ استغفار کی اجازت اس لئے نہ ملی ہو کہ والدہ طیبہ کو استغفار کی حاجت نہیں۔ کیونکہ ان کا انتقال حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے عذاب کا استحقاق ہوتا نہیں۔ لقولہ تعالیٰ:

”وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل:۱۵)“

تو جب کہ ان کے لئے کوئی عذاب نہیں تو ان کو استغفار کی حاجت بھی نہیں۔ لہٰذا استغفار کی اجازت نہیں ملی۔ تاکہ استغفار عبث نہ جائے۔ (سنن نسائی مکتبہ رحیمیہ دہلی ج۱ ص۲۲۲ حاشیہ، فتح الملہم ج۲ ص۵۱۰ از سندی)

لیکن چونکہ بعض محدثین نے اس حدیث پر عنوان باندھا ہے۔ باب زیارۃ قبر المشرک کما فی سنن النسائی ج ۱ ص ۲۲۱ یا باب زیارت قبور المشرکین کما فی سنن ابن ماجہ تو ہو سکتا ہے کہ امت کے ان بعض افراد کو جو والدین شریفین کے عدم الاسلام اور عدم النجات کے العیاذ باللہ قائل ہیں۔ اس ترجمۃ الباب سے یہ دھوکا لگے کہ وہ ان محدثین کو بھی اپنا ہم خیال سمجھیں تو اس کا جواب دینا ضروری ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے تو ہم مانتے ہیں کہ جن محدثین نے حدیث مذکور پر ”بَابُ زِیَارَۃِ قَبْرِ الْمُشْرِکِ یَا قُبُوْرِ الْمُشْرِکِیْنَ“ کا عنوان باندھا ہے۔ ان کا خیال بھی والدین شریف کے حق میں وہی ہو جو ان بعض افراد کا خیال ہے۔ یعنی عدم النجات بلکہ ان محدثین کا مقصد صرف اتنا ہے کہ جس طرح سرور عالم ﷺ کی والدہ ماجدہ کے لئے حضور اکرم ﷺ کا باوجود عدم اجازت استغفار کے ان کی قبر کی زیارت کی اجازت ملی ہے۔ اسی طرح مشرکین کی قبور کی زیارت بھی کی جا سکتی ہے۔ اگرچہ استغفار کی دعا ان کے لئے ممنوع ہے۔ کیونکہ زیارت القبور کا فائدہ استغفار لاہل القبور میں بند نہیں۔ بلکہ اس کے علاوہ یہ فائدہ بھی ہے کہ اس سے موت یاد آتی ہے اور موت کا یاد کرنا مطلوب عند الشرع ہے۔ لقولہ ﷺ ”اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتَ (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ)“ یعنی موت کو جو لذات دنیا کے توڑنے والی ہے بہت یاد کیا کرو۔ باقی رہا استغفار کا امتناع تو اس کی وجہ دونوں جگہ ایک نہیں بلکہ مشرکین کے لئے تو استغفار اس لئے ممنوع ہے کہ وہ قابل مغفرت ہی نہیں۔ لقولہ تعالیٰ:

”اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ (النساء:۱۱۶)“

اسی واسطے ان کے لئے استغفار ممنوع قرار دے دیا گیا ہے اور فرمایا گیا۔

”مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُوْلِیْ قُرْبٰی“ اور

والدہ ماجدہ کے لئے استغفار کی اجازت اس لئے نہ ملی کہ ان کو استغفار کی حاجت نہیں۔ کیونکہ ان پر کوئی عذاب ہے نہیں۔ کیونکہ ان کا انتقال حضورﷺ کی بعثت سے پہلے ہوا ہے اور بعثت سے پہلے عذاب ہوا نہیں کرتا۔ لقولہ تعالیٰ:

”مَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا“

اور اگر بالفرض ان محدثین کا جنہوں نے حدیث مذکور پر ”بَابُ زِیَارَۃِ قَبْرِ الْمُشْرِکِ بِاَ قُبُوْرِ الْمُشْرِکِیْنَ“ کا عنوان باندھا۔ یہی خیال ہو کہ حضور اکرمﷺ کو والدہ ماجدہ کے لئے استغفار کی اجازت نہ ملنے کا سبب یہی ہے کہ وہ توحید پر نہ تھیں تو یہ ان محدثین کا استنباط اور اجتہاد ہے۔ جس پر عقیدہ کی بناء نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عقیدہ مبنی ہوتا ہے۔ دلیل قطعی پر اور مجتہد کا اجتہاد قطعی نہیں ہوا کرتا۔ کیونکہ ”اَلْمُجْتَھِدُ یُخْطِیُٔ وَیُصِیْبُ“ عقائد کا مسئلہ ہے۔ کما فی (شرح الفقہ الاکبر ص۱۶۲) تو باوجود احتمال خطاء کے قطعیت کہاں ہوئی؟ خصوصاً جب کہ حدیث مذکور کی دلالت بھی عدم توحید پر قطعی نہیں۔ کیونکہ استغفار کی اجازت کا ملنا عدم توحید کو مستلزم نہیں۔ بلکہ احتمال قوی ہے۔ اس بات کا کہ بوجہ عدم الحاجۃ الی الاستغفار کے استغفار کی اجازت نہیں ملی۔ ”کَمَا مَرَّ عَنِ السِّنْدِیْ عَلَی النَّسَائِیْ ج ۱ ص ۲۸۶“

اور دلیل خارجی بھی دال ہے اس پر کہ والدہ ماجدہ توحید پر تھیں اور شرک سے پاک تھیں۔ جیسا کہ ص۲۵ پر ان کے اشعار گذر چکے ہیں جو بوقت وفات انہوں نے پڑھے تھے جب کہ حضورﷺ کی عمر مبارک پانچ سال تھی اور والدہ ماجدہ کے یہ اشعار دال ہیں۔ ان کے موحد ہونے پر اور اس پر کہ وہ حضور اکرمﷺ کی بعثت مبارک پر اجمالی ایمان رکھتی تھیں۔

خاتمہ

علامہ شامی نے بھی ”بَابُ الْمُرْتَدِّ“ میں تصریح کی ہے کہ والدین شریفین کے احیاء کی حدیث کی علامہ قرطبیؒ اور حافظ الشام ابن ناصر الدین وغیرہما نے تصحیح کی ہے۔ ”اِنْتَھٰی وَکَذَا فِیْ بَذْلِ الْمَجْھُوْدِ (ج ۴ ص ۲۱۴) بَلْ عَدَّ صَاحِبُ بَذْلِ الْمَجْھُوْدِ الْحَافِظَ ابْنَ حَجَرٍ اَیْضًا مِنَ الْمُصَحِّحِیْنَ لِھٰذَا الْحَدِیْثِ“

عبدالخالق غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ وَلِاَسْلَافِہٖ وَاَخْلَافِہٖ وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ. آمین!

ختم نبوت کانفرنس سیالکوٹ

۴؍ستمبر بعد نماز عشاء جامعہ فاروقیہ چوک امام صاحب سیالکوٹ میں ختم نبوت کانفرنس گرامی قدر پیر شبیر احمد گیلانی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں حسب ترتیب تلاوت، نعت کے بعد مولانا قاضی احسان احمد، مولانا فقیر اللہ اختر کا بیان ہوا۔ بعد ازاں پروگرام کے مہمان خصوصی مولانا اللہ وسایا نے عقیدہ ختم نبوت اور اس کا تحفظ کے اہم ترین عنوان پر سیر حاصل گفتگو فرمائی اور دعائے خیر پر پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

اسلامی تقویم کی ابتداء

مولانا محمد وسیم اسلم

تمام اہل اسلام اور قارئین لولاک کو نیا اسلامی سال ۱۴۳۷ ہجری مبارک ہو!

اسلامی تقویم (جنتری) کا پہلا مہینہ محرم الحرام ہے۔اسلامی تقویم ہجری اور قمری سال کے نام سے جانی جاتی ہے۔دنیا میں جتنے بھی تقویم کے نظام موجود ہیں۔وہ یا تو کسی خاص انسان کی یوم ولادت سے وابستہ ہیں یا کسی خاص واقعہ سے وابستہ ہیں۔مثلاً عیسائیوں کی تقویم کی بنیاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہے۔یہودی سال کی ابتداء فلسطین پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی تخت نشینی کے واقعہ سے منسلک ہے۔بکرمی سال مہاراجہ بکر ماجیت کی پیدائش کی یادگار ہے۔رومی سال سکندر اعظم کی پیدائش کو واضح کرتا ہے۔اسی طرح اسلامی تقویم کا آغاز ہجرت نبوی کے واقعہ سے ہوتا ہے۔

اسلام سے قبل صرف عیسوی سال اور مہینوں سے تاریخ لکھی جاتی تھی۔اگرچہ اسلامی مہینوں کے نام طلوع اسلام سے قبل بھی استعمال ہوتے تھے۔ظہور اسلام کے بعد جب اللہ رب العزت نے آخری آسمانی کتاب (قرآن مجید) اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمائی تو اس میں قمری (اسلامی) مہینوں کا ذکر صراحتاً اور ضمناً فرمادیا۔جیسے:”شھر رمضان الذی “اس آیت میں قمری سال کے ایک ماہ (رمضان المبارک) کا ذکر صراحتاً آ گیا۔اسی طرح آیت کریمہ:”الحج اشھر معلومات “میں اشھر سے مراد شوال،ذیقعدہ اور ذوالحجہ ہیں۔

ایک اور آیت میں اسلامی سال کے سارے ناموں کا ذکر بھی ضمناً آیا ہے:”ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھراً“﴿بلاشبہ مہینوں کا شمار کتب الٰہی میں اللہ کے ہاں بارہ مہینے ہیں۔﴾

اس آیت میں جن بارہ مہینوں کا ذکر آتا ہے۔اس سے مراد قمری مہینے ہیں۔اس کی دلیل یہ ہے کہ ان بارہ مہینوں میں سے جو چار ماہ امن و ادب کے لئے خاص کئے گئے ہیں۔وہ ذیقعدہ،ذی الحجہ،محرم الحرام اور رجب المرجب ہیں۔جنہیں ”اشھر حرم “بھی کہا جاتا ہے۔جب یہ چار ماہ قمری کے ہیں تو یقیناً باقی آٹھ ماہ بھی قمری ہوں گے۔

مسلمانوں میں تاریخ لکھنے کا دستور حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں اس وقت سے شروع ہوا جب ۱۷ ہجری میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کے پاس خط لکھا کہ آپ کی طرف سے حکومت کے مختلف علاقوں میں خطوط جاری ہوتے ہیں۔مگر آپ کے ان خطوط میں تاریخ نہیں لکھی ہوتی۔ہمارے لئے یہ جاننا مشکل ہوتا ہے کہ کس دن آپ کی طرف سے خط جاری ہوا۔کب پہنچا اور کب اس پر عمل ہوا۔اس لئے ان سب باتوں کو

سمجھنے کا مدار تاریخ لکھنے پر ہے۔تو حضرت عمر فاروقؓ نے اس کو نہایت معقول بات سمجھ کر اکابر صحابہ کرامؓ کی میٹنگ بلائی۔مشورہ ہوا۔اس میں مشورہ دینے والے اکابر صحابہ کرامؓ کی طرف سے چار قسم کی آراء سامنے آئیں:

۱...... ایک جماعت کی رائے یہ تھی کہ آپ ﷺ کی ولادت سے سال کی ابتداء کی جائے۔

۲...... دوسری جماعت کی رائے یہ تھی کہ نبوت کے سال سے سال کی ابتداء کی جائے۔

۳...... تیسری جماعت کی رائے یہ تھی کہ آپ ﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت سے سال کی ابتداء کی جائے۔

۴...... چوتھی جماعت کی رائے یہ تھی کہ آپ ﷺ کی وفات سے سال کی ابتداء کی جائے۔

ان چاروں قسموں کی آراء سامنے آنے کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے فیصلہ سنایا کہ ولادت اور نبوت سے اسلامی سال کی ابتداء کرنے سے اختلاف سامنے آسکتا ہے۔کیونکہ آپ ﷺ کی ولادت کا دن اور بعثت کا دن قطعی طور پر متعین نہیں ہے۔وفات سے شروع کرنا اس لئے مناسب نہیں کہ وفات کا سال اہل اسلام کے غم اور صدمے کا سال ہے۔اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ ہجرت سے اسلامی تقویم کی ابتداء کی جائے۔حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی رائے گرامی بھی ہجرت سے ابتداء کے متعلق ہی تھی۔ہجرت سے اسلامی تقویم کی ابتداء کرنے میں چار خوبیاں موجود تھیں:

۱...... ہجرت نے حق و باطل کے درمیان واضح امتیاز پیدا کیا۔

۲...... یہی وہ سال ہے جس میں اسلام کو قوت اور عزت ملی۔

۳...... یہی وہ سال ہے جس میں نبی کریم ﷺ اور مسلمان امن و سکون کے ساتھ بغیر خوف و خطرے اللہ کی عبادت میں مشغول ہوئے۔

۴...... اسی سال مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔

ان خوبیوں کی بنا پر تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق اور اجماع ہوا اور ہجرت کے سال سے اسلامی تقویم کی ابتداء ہوئی۔اب یہ تو طے ہو گیا کہ سال کی ابتداء ہجرت سے ہوگی۔مگر ہجرت ہوئی تھی ربیع الاول کے مہینہ میں۔

حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں بھی سال ربیع الاول سے ربیع الاول شمار ہوتا تھا۔تو سال درمیان سے شروع کر کے درمیان میں ختم کرنے سے حساب و کتاب میں مشکلات کا باعث تھا۔پھر قدیم زمانہ سے (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ یا اس سے بھی پہلے) سال شرعی نقطۂ نظر سے محرم سے محرم تک شمار ہوتا تھا۔اس لئے حضرت عمرؓ نے بھی پیش آنے والی دشواریوں سے بچنے کے لئے اسلامی تقویم کی ابتداء صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے ربیع الاول سے دو،سوا دو مہینے پیچھے ہٹا کر محرم الحرام سے شروع فرما دی۔

گویا کہ پہلا اسلامی سال تقریباً ساڑھے نو ماہ کا ہوا جو ہجرت ربیع الاول سے شروع ہو کر ذی الحجہ تک پورا ہوا۔دوسرا سال محرم الحرام سے شروع کیا گیا۔

دنیا کی ہر قوم اپنے نئے سال سے گہری دلچسپی رکھتی ہے۔ اس کی آمد پر دیدہ و دل فرش راہ کرتی ہے۔ خوشی ومسرت، عقیدت واحترام کے ساتھ اس کا استقبال کرتی ہے۔ اس دن ماضی کی کوتاہیوں سے سبق حاصل کر کے روشن مستقبل کی تعمیر کا منصوبہ طے کرتی ہے۔ تو اب مسلمانوں کا نیا سال جو محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے۔ اس نئے سال کے شروع ہونے پر تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ یکم محرم الحرام کو ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کریں۔ نئے سال کی سلامتی کی اور اس کی خیر و بھلائی کے لئے دعائیں مانگیں۔

مگر آج ہمارے معاشرے میں ۹۹ فیصد مسلمان یکم جنوری کو تو ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کرتے ہیں، مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں، تحفے ایک دوسرے کی طرف بھجواتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے ملک کے اخبارات بھی یکم جنوری کو نئے سال کی مبارک باد سے بھرے ہوئے نظر آتے۔ مگر یکم محرم الحرام پر نہیں۔

ہمارے معاشرے پر عیسائی تہذیب ایسی رائج ہو چکی ہے کہ صرف ہماری اسلامی تقویم ہی نہیں۔ بلکہ اسلامی تہذیب، اسلامی تمدن، اسلامی ثقافت، اسلامی کلچر، اسلامی معاشرہ سب کچھ ہی دب کر رہ گئی ہے۔ پھر اس پر ستم بالا ستم یہ کہ ہمارا معاشرہ اپنی ترقی کا راز بھی ہندو اور انگریزی تہذیب کو سمجھ رہا ہے۔ انہی کی رسومات ہماری زندگیوں میں ہیں۔ انہی کی اصطلاحات ہماری زبان پر، ہمارے گھروں میں اور ہمارے روزمرہ استعمال میں ہیں۔ کبھی نیو ائیر کی نام سے، کبھی بسنت کے نام سے، کبھی ویلنٹائن ڈے کے نام سے اور کبھی کرسمس ڈے کے نام سے۔

مدارس کے ماحول سے ہٹ کر بہت کم مسلمان ایسے ملتے ہیں جنہیں یہ معلوم ہو کہ اسلامی سال کس ماہ سے شروع ہوتا ہے اور کس ماہ میں ختم ہوتا ہے۔ اس لئے یہ امر مسلمانان اسلام کے لمحہ فکریہ ہے۔ اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو اسلامی تقویم، اسلامی تہذیب اور اسلامی تہوار اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

تین روزہ تحفظ ختم نبوت کورس و ختم نبوت کانفرنس چمن

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے زیر اہتمام ۲۷، ۲۸، ۲۹ راگست کو چمن میں ۳ روزہ تحفظ ختم نبوت کورس منعقد کیا گیا۔ مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد اسحق ساقی، مولانا محمد یونس نے اسباق پڑھائے۔ کورس میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ تحفظ ختم نبوت کورس چمن کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ شرکاء کورس میں اکثر علماء کرام ومفتیان عظام تھے۔ کورس کے اختتام پر کانفرنس منعقد کی گئی۔ کانفرنس میں مولانا محمد اکرم طوفانی، شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالظاہر، علامہ عبدالغنیؒ کے جانشین شیخ الحدیث حافظ محمد یوسف، مجلس بلوچستان کے امیر مولانا عبدالواحد، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا عبدالرحیم رحیمی، مولانا محمد یونس نے خطاب کیا۔ کانفرنس کے اختتام پر شرکاء کورس کو عالمی مجلس بلوچستان کی طرف سے اسناد تقسیم کی گئیں۔ تحفظ ختم نبوت کورس و کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چمن صاحبزادہ قاری جنید احمد فردوسی صاحب اور ان کے مخلص رفقاء کار نے خوب محنت کی۔

پاکستان کیوں حاصل کیا گیا ...... اور اب تک کیا ہوا؟

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

ماضی قریب میں متحدہ ہندوستان میں ہم نے یہی نعرے لگائے کہ مسلمانوں کے لئے ایک مستقل جداگانہ سرزمین کی اس لئے ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نفاذ کے لئے اسلام کی حکومت قائم ہو اور سر سے پیر تک اسلامی معاشرے کی تشکیل ہو۔اس موقع پر ہم نے بڑے بلند وبانگ دعوے کئے تھے کہ حق تعالیٰ کے قوانین عدل کا اجراء ہوگا۔اسلامی شعائر کا احیاء ہوگا۔اسلامی اتحاد کا خواب پورا ہوگا۔اسی مقصد کے لئے جلسے کئے،جلوس نکالے،کوششیں کیں،قراردادیں پاس کیں۔جان ومال اور عزت وآبرو کی قربانیاں دیں۔جو کچھ ہوا اور جو کچھ کیا اس کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔

بہر حال جدوجہد ٹھکانے لگی،حق تعالیٰ نے غلامی کے طویل دور کے بعد آزادی کی نعمت نصیب فرمائی اور ایک بڑی عظیم سلطنت عطاء فرمائی۔۱۲ کروڑ کی قابل قدر،اطاعت شعار اور فرماں بردار رعیت عطاء فرمائی جس نے کارخانے بنائے،کاروبار کو ترقی دی،مملکت کو آباد کیا۔اس کو چار چاند لگائے۔باہر کی دنیا میں اس کا وقار قائم کیا۔مسجدیں بنائیں۔مدرسے تعمیر کرائے اور اتنا کمایا کہ اپنے ٹیکسوں سے حکومت کے خزانوں کو معمور کیا۔قوم کی محنتوں سے ملک کہاں سے کہاں پہنچا۔ماضی وحال کی تاریخ آپ کے سامنے ہے۔غرض دین ودنیا کی سعادتوں سے مملکت کو ہم کنار بنایا۔

لیکن جس بنیادی مقصد کا بار بار اعلان کیا جاتا تھا کہ اسلامی حکومت قائم ہوگی اور یوں عالم اسلام سے اتحاد ہوگا۔اس کے لئے حکمرانوں اور حکومتوں نے کیا کیا؟۔اپنے وعدوں کو کہاں تک پورا کیا؟۔یہاں کون کون سے اسلامی قوانین جاری ہوئے؟۔کفر والحاد کو کہاں تک ختم کیا گیا؟۔اسلامی معاشرت قائم کرنے کے لئے کیا کیا اقدامات کئے گئے؟۔ان تمام سوالات کا جواب حسرت ناک نفی میں ملے گا۔آخر امتحان کا یہ عبوری دور تھا۔کون سی نعمت تھی جو حق تعالیٰ نے نہ دی ہو؟۔کون سی فرصت تھی جو نہ ملی ہو؟۔

لیکن واحسرتاہ...! کہ ربع صدی سے زیادہ عرصہ گزر گیا۔مگر پاکستان کے مقصد وجود کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔کون سا وعدہ پورا کیا گیا؟۔کون سی اسلامی عدالت قائم ہوئی؟۔زانی اور شرابی کو کون سی سزا دی گئی؟۔بداخلاقی کا کیا انسداد کیا گیا؟۔ظلم،عدوان،رشوت ستانی،کنبہ پروری،بے حیائی وعریانی،سود خوری وبدمعاشی کو ختم کرنے کے لئے کون سا قدم اٹھایا گیا؟۔

بلکہ اس کے برعکس یہ ہوا کہ سود خوری،شراب نوشی،بداخلاقی اور بے حیائی کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی گئی۔بلکہ سرکاری ذرائع سے اس کی نشرواشاعت میں بھی کوئی کسر باقی نہیں اٹھا رکھی گئی۔ (بصائر وعبر،جلد۱،ص۱۹۰)

تحفظ ختم نبوۃ کے مثالی سپوت ...... مولانا عبدالغنی شاہجہاں پوریؒ

قسط نمبر:1

شاہ عالم گورکھپوری دارالعلوم دیوبند

مقدمہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم أمّا بعد!

دین اسلام میں باطل فرقوں اور اسلام مخالف فتنوں کے خلاف سینہ سپر رہنے والے خدارسیدہ بزرگوں کی تاریخ بڑی طویل وتابناک ہے۔بقول شاعر:

چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

لیکن چند بزرگوں کو چھوڑ کر بیشتر کے حالات میں خاص اس زاویہ سے ان پر بہت کم لکھا گیا ہے۔فقہ، حدیث، سیاسیات وسماجیات وغیرہ شعبہ ہائے زندگی کے مختلف خانوں میں ان شخصیات کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔لیکن احقاق حق وابطال باطل کے زاویہ سے صرف چند سطروں پر اکتفا کرلیا جاتا ہے اور بس! جبکہ ان کی مجموعی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی عقائد ونظریات کی حفاظت میں وہ لوگ سرحد کے بے جگر وجانباز سپاہی تھے۔ان کی حیات مستعار کے قیمتی لمحات اسی کار خیر کے لئے وقف تھے۔ان کی بے لوث قربانیوں کا ہی فیض ہے کہ آج اسلامی عقائد کی سرحدیں باطل کی یلغار سے محفوظ ہیں جن کی بدولت مسلمان اپنے اصلی شکل وشباہت میں موجود ہے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالغنیؒ بھی اسلامی عقائد کے ان سرحدی محافظین میں سے ہیں جن کو لگتا یہ ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اسی خدمت کے لئے کیا تھا۔انہیں اس دنیا کو چھوڑے بہت زیادہ دن ابھی نہیں گذرے۔ابھی کتنے لوگ ہیں کہ حضرت موصوف کا نام لیتے ہی ان کی مقبول خاص عام وکتابوں کی ثنا خوانی میں مصروف ہوجاتے ہیں۔اہل علم کا بیشتر طبقہ ان کی تصنیفات سے استفادہ کا معترف بلکہ دل سے دعاء گو نظر آتا ہے۔لیکن یہ حقیقت بھی بجا ہے کہ ان کی شخصیت کے تعارف میں ہمارے درمیان وہ گرم بازاری نہیں دیکھی جاتی جس کے وہ مستحق ہیں۔

یہ سو فیصد کھری بات ہے کہ نام ونمود کے لئے نہ انہوں نے کام کیا اور نہ اس دنیائے دُوں سے کبھی ان کا دامن آلودہ ہوا۔بلکہ ان کی سادہ دلی اور بے نفسی اس حقیقت کی شاہد عدل ہے کہ دنیا والوں کی داد وستائش کا کبھی واہمہ بھی ان کے دل ودماغ میں نہ گذرا ہوگا۔لیکن ہمارے لئے قابل غور پہلو یہ ہے کہ اگر تحفظ ایمان وعقائد کے زاویہ سے اپنے عظیم سپوتوں کو یونہی بھلا دیے جانے کے لئے چھوڑ دیا گیا تو آئندہ نسلوں میں اس قسم کے بہادر کہاں سے اور کیسے پیدا کئے جائیں گے؟۔مائیں گود کے بچوں کو بڑے بڑے بہادروں کے قصے سنایا کرتی ہیں۔تاکہ بچوں میں بڑا ہوکر بہادر بننے کی لگن پیدا ہو۔بھائی لوگ فقہاء اور محدثین کی عظمتوں کو روزانہ سلام کرتے ہیں۔تاکہ قوم کے بچوں میں ان کی روش پر چلنے کے نیک جذبات بیدار ہوں۔تو کیا اسلامی عقائد کی سرحد پر محافظین پیدا کرنے کی غرض

سے ایسی شخصیات کو اپنے شب وروز کی گرم بازاری میں شامل نہیں کیا جانا چاہئے کہ جن کی قربانیوں کے دم قدم سے مسلمان آج مسلمان ہیں؟۔

اس شکایت وحکایت کے مابین انصاف کی نظر سے کوشش یہ کی جانی چاہئے کہ اپنے بزرگوں کی ان خدمات کو جو تحفظ ایمان وعقائد سے متعلق ہوں یا بزرگوں میں ان شخصیات کو جن کی خدمات تحفظ عقائد سے متعلق ہوں اپنے درمیان کچھ ایسی اہمیت دی جائے کہ نسل نو کا ہر فرد عقائد کی سرحد کا کمر بند سپاہی بننے کو زندگی کا لازمہ سمجھے اور خود کو رضا کارانہ طور پر اس خدمت کے لئے تیار کرے۔ حق تو یہ ہے کہ ہر طالب علم اس علم وفن کو اولیت دے اور اگر یہ نہیں ہوسکتا تو کم ازکم اتنا تو کرے کہ اس کو پس پشت تو نہ ڈالے۔ آئے دن نت نئے فتنوں کی پیداوار اور ان سے ہم آہنگ حالات زمانہ کی رفتار بتارہی ہے کہ اگر اس میں یونہی بے اعتنائی برتی جاتی رہی تو کچھ بعید نہیں کہ بہت جلد ارتدادی طاقتیں ہماری اس کمزوری کا فائدہ اٹھانے میں دلیر ہوتی چلی جائیں گی۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو تحفظ عقائد کی خدمات کو ''منفی'' پہلو سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی ان کی مہذب دنیا میں یہ پہلو نہایت مکروہ ہے یا یہ کہ اگر مکروہ نہیں تو زیادہ اہمیت دیئے جانے کے بھی قابل نہیں کیونکہ ان کے فکر وخیال میں اس خدمت کا تعلق صرف اور صرف کسی فتنہ کے رد وانکار سے ہے اور بس! بسا اوقات دانشور لوگ اس پروپیگنڈے سے بھی متاثر ہوکر اپنے بزرگوں کا تعارف اس حوالے سے کرانے میں کتراتے ہیں۔ ان کو یہ باور کرانا مشکل ہوتا ہے کہ عقائد کے تحفظ کی پاکیزہ خدمت، محض وقتی ایک ہنگامہ آرائی یا لٹھ لے کر فتنوں کے پیچھے صرف دوڑنے کا نام نہیں اور نہ ہی اس عظیم المرتبت خدمت کا انحصار کسی فتنہ کے رد اور تعاقب پر ہے، خدا معلوم کس جاہل سے سبق پڑھ کر اس قسم کے تاثرات قائم کر لئے جاتے ہیں اور اس پر خیالی مفروضات کے پشتارے چڑھا کر حقائق باور کرا دیے جاتے ہیں۔ ایسے میں یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ:

ہماری نظروں میں آ کو تو ہم دکھائیں تمہیں
خطا تمہاری کہ تم بھی کہو کہ ہاں! کچھ ہے

حقیقت یہ ہے کہ تحفظ عقائد کا باب بہت وسیع ہے کہ بفرض محال اگر ہمارے درمیان، قادیانیت، بابیت وبہائیت، شیعیت وغیرہ فتنے نہ بھی پائے جائیں پھر بھی بحیثیت مسلمان ہونے کے ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ اسلامی عقائد کو جاننے اور سمجھنے میں اور تغیرات زمانہ سے اس کو تحفظ فراہم کرنے میں، ہمہ وقت چوکسی برتے۔ اس باب میں غفلت کا کہیں سے کہیں تک گذر بھی نہیں۔ فتنے ہمارے مقابل نہ بھی ہوں تب بھی مطلق غفلت بھی اس باب میں جرم عظیم ہے۔ چہ جائے کہ ''منفی پہلو'' کہہ کر اس کی حیثیت کم کی جائے یا کسی غیر معتدل فکر ونظر سے متاثر ہوا جائے۔ اس باب میں جو فضائل نبی اکرم ﷺ سے وارد ہیں مسلمانوں کی نظر ان پر ہونی چاہئے۔ نہ کہ نام نہاد دانشوروں کے بے سروپا فکر وخیال پر۔ انہی فضائل کی بنا پر جب پختہ فکر بالغ نظر اہل علم نے عقائد وایمان کے تحفظ میں زندگیاں کھپانے والوں کو ''متکلم'' کا نام دیا اور ہمہ جہت ان کی افادیت تسلیم کی ہے۔ تو اس عظیم خدمت کے حوالے سے

اپنے بزرگوں کا تعارف نہ کرانا، علمی کمزوری اور ذہنی مرعوبیت کی بات ہوگی اور اپنے بزرگوں کی حق تلفی بھی۔

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغنیؒ کی شہرۂ آفاق کتاب ’’ھِدایۃُ المُمْتری عن غوایۃِ المُفْتری ‘‘ چونکہ شعبۂ تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کی نصابی کتابوں میں شامل ہے۔ اس لئے راقم سطور ایک عرصہ سے ضرورت محسوس کر رہا تھا کہ صاحب کتاب کا تعارفی خاکہ خواہ مختصر ہی سہی پیش کیا جائے۔ تاکہ کتاب سے علمی اور روحانی فیض اٹھانے کے ساتھ ساتھ شائقین، صاحب کتاب کی زندگی کے تابندہ نقوش کو بھی اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔ اسی درمیان مخدوم ومکرم حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ کا ایک عنایت نامہ موصول ہوا کہ حضرت مفتی صاحب کی سوانح حیات بعجلت ممکنہ مطلوب ہے۔ پھر کیا تھا اس حکم نے مہمیز کا کام کیا اور بلا تاخیر راقم سطور اس کے لئے کمربستہ ہوگیا۔

مواد کا کچھ ذخیرہ بتوفیق اللہ ’’مرکز التراث الاسلامی دیوبند‘‘ کے پاس محفوظ تھا۔ لیکن ناقص تھا۔ اس کی تکمیل اور مزید مواد کی ترتیب وتلاش میں شاہجہاں پور، کانپور، دہلی وغیرہ کے متعدد اسفار کرنے پڑے۔ گمان تو یہ تھا کہ مرور ایام کے باعث شاید کچھ بھی ہاتھ نہ آئے۔ لیکن بفضل اللہ وتوفیقہ کچھ مطبوعہ، کچھ مخطوطہ اور کچھ مستند اکابر و احباب کی زبانی وہ سب کچھ مل گیا جس سے ہمارے ممدوح کی حیات سے وخدمات سے متعلق پڑھنے والوں کی تشنگی کا کافی حد تک ازالہ ہو سکے گا۔ اللہ نے توفیق دی تو مزید تحقیق وتفتیش کا سلسلہ آگے بڑھتا ہی رہے گا۔

ہم اس موقع سے شکرگزار ہیں جناب مولانا اکرام اللہ صاحب قاسمی استاذ حدیث مدرسہ جامع الہدیٰ مرادآباد، جناب مولانا عظیم الدین صاحب قاسمی مدرسہ انوارالعلوم شاہجہاں پور اور ارباب حل وعقد مدرسہ عربیہ امینیہ دہلی کے کہ ان احباب کے ذریعہ مطلوبہ مواد تک رسائی ہوئی۔ فجزاهم الله خيراً ۔ خدا کرے یہ حقیری کدوکاوش عنداللہ مقبول ہو کر ہمارے لئے سرمایہ حیات ونجات بنے۔ تحفظ ختم نبوت کے لئے اپنی زندگیاں کھپانے والے مقبولان بارگاہ الٰہی سے معمولی نسبت بھی انشاءاللہ میدان محشر میں کام بنائے گی۔

شاہ عالم گورکھپوری: نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت ...... دارالعلوم دیوبند...... یکم ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

تحفظ ختم نبوت کی تاریخ میں علمی کارہائے نمایاں انجام دینے والے خوش نصیبوں کی فہرست میں ایک نمایاں نام حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغنی صاحب پٹیالوی ثم شاہجہاں پوریؒ کا بھی آتا ہے۔

ولادت اور وطن

آپ کے والدین اصلاً صوبہ پنجاب میں ریاست مالیرکوٹلہ کے باشندہ تھے۔ سن پیدائش ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۸۳ء بتائی جاتی ہے۔ بعض علم دوست احباب نے آپ کو موضع ڈسکہ ریاست پٹیالہ کا باشندہ بتایا ہے جو ریاست مالیرکوٹلہ کے قریب ہی واقع تھی۔ اسی لئے آپ کے نام کے ساتھ کہیں کہیں ’’پٹیالوی‘‘ لکھا ہوا ملتا ہے۔ لیکن بعض بزرگوں کی تحریرات سے آپ کا ریاست مالیرکوٹلہ کا باشندہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ بظاہر دونوں میں کوئی

تضاد نہیں۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ اصل وطن مالیر کوٹلہ ہو اور ریاست پٹیالہ سے بھی سکونتی تعلق رہا ہو۔

آپ کے والد محترم کا نام مولوی جمال الدینؒ خان صاحب ابن فتح محمد خاں صاحبؒ ہے۔ آپ کے والد صاحب کا شمار وقت کے قابل قدر علماء میں ہوتا ہے۔ علمی گھرانہ ہونے کے باعث ابتدائی تعلیم گھر میں ہوئی۔ اس کے بعد اس دور کے نہایت قابل قدر اور دہلی کی مستند دینی درسگاہ مدرسہ امینیہ میں مولانا جمال الدین صاحب کیمبل پوری ہزاروی، حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب دیوبندی، حضرت مولانا پردل خان صاحب کابلی اور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے اکتساب فیض کیا۔ آپ کا شمار مفتی صاحبؒ کے مایہ ناز تلامذہ میں ہوتا ہے۔

تعلیم کے لئے سفر

حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغنی صاحبؒ نے اپنے استاذ محترم مفتی کفایت اللہ کے انتقال کے بعد ''مختصر تذکرہ مفتی اعظم قدس سرہٗ'' کے عنوان سے الجمعیۃ دہلی میں ایک مضمون لکھا جس میں مفتی اعظم قدس سرہٗ کے مختصراً حالات وکوائف درج کرنے کے ضمن میں مفتی اعظم تک اپنی رسائی اور اپنے تعلیمی دور کا بقلم خود نقشہ کھینچا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ من وعن اسے نقل کردیا جائے۔ اس لئے کہ اس خودنوشت سوانحی خاکہ سے موصوف کے حالات وکوائف اور ممدوح کی تحریر وانداز تحریر کا جو نمونہ سامنے آتا ہے۔ وہ اپنی جگہ۔ اس تحریر میں جن نابغۂ روزگار شخصیات کا ذکر ہے۔ وہ بذات خود ایک ایسا قیمتی اور تاریخی سرمایہ ہے جو ہمارے قارئین کے لئے قند مکرر کے مثل ہوگا۔ ملاحظہ فرمایئے۔ لکھتے ہیں:

''فارسی کی مروجہ درسیہ کتابیں پڑھ کر میں ۱۵/۱۶ برس کی عمر میں تقریباً ۲۳ یا ۲۴ھ ماہ شعبان میں بغرض تحصیل علوم عربیہ مرکز علوم وفنون دہلی آیا۔ ۵/۶ ماہ یونہی شہر دہلی کے تمام مدارس اور مکاتب میں طلبا اور علماء سے ملاقاتیں کرتا رہا اور ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے مناسب کسی معلم کو ڈھونڈتا رہا اور فارسی میں اچھی استعداد ہونے کی وجہ سے پانچ چھ ماہ پنجاب یونیورسٹی کے درجۂ منشی فاضل کے چند طلباء کو پانچ روپے ماہوار پر ٹیوشن کے طور پر اخلاق جلالی، رسائل طغریٰ، درۂ نادرہ، حدائق البلاغت پڑھا کر اپنی اوقات بسری کی اور قصاب پورہ کی ایک مسجد میں مولوی عطا محمد صاحب پنجابی ہموطنی کے پاس رہائش اختیار کی۔ اس دوران میں میں نے خود ہی میزان منشعب، صرف میر کی گردانیں ازبر اور نحو میر کے مسائل یاد کئے۔ مولوی عطا محمد صاحب نے ایک دن فرمایا کہ تم سیر و تفریح کے لئے آئے ہو یا پڑھنے کے لئے۔ میں نے کہا کہ پڑھنے کے لئے آیا ہوں۔ کوئی مناسب معلم نہیں ملا۔ مولوی صاحب نے کہا کل میرے ساتھ چلو۔ ایک زبردست نحوی سے تمہاری ملاقات کرادوں گا جو حاشیہ عبدالغفور اور نور محمد مدقق کے حافظ ہیں۔ میں گیا اور مولانا جمال الدین صاحب کیمبل پوری ہزاروی معمر بہ عمر پچاس سال سے ملاقات ہوئی۔ واقعی آپ کو جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا۔ میں نے ان سے کافیہ تک ایسا پڑھا کہ میں طلبا میں نحوی مشہور ہو گیا۔ آپ حضرت مولانا ماجد علی صاحب صدر مدرس مدرسہ فتحپوری سے درس حدیث حاصل کرتے تھے اور مولانا کی تقریر کو جو ترمذی پر ہوتی تھی مجھ سے لکھواتے تھے۔ غالباً شروع شوال ۱۳۲۴ھ میں چونکہ مولانا ماجد علی صاحب مینڈھو تشریف

لے گئے۔ مولانا جمال الدین صاحب حضرت مفتی اعظم کے درس حدیث میں شامل ہوئے۔ وہ فرماتے تھے کہ مفتی صاحب واقعی تطابق فی الحدیث والفقہ میں بے مثل ہیں۔ ان کی ترغیب سے میں بھی مدرسہ امینیہ میں پہنچا اور مدرسہ میں شرح جامی، شرح تہذیب، نحو الیسن شروع کی اور ہر فن کی متوسطات کے اندر رہ کر بہترین پڑھانے والے حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب ادام اللہ ظلہ سے پڑھ کر حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے درس میں پہنچا۔ میں نے آپ سے ادب اور حدیث کے علاوہ قاضی حمد اللہ، صدرا، شمس بازغہ، شرح چغمینی، توضیح تلویح، شرح عقائد، خیالی وغیرہ بھی پڑھا ہے اور اس کے باوجود دیگر متبحرین علماء سے بھی علمی فیض حاصل کرنے میں دریغ نہ کرتا تھا۔ مولانا پردل خان صاحب کابلی مرحوم مشہور منطقی اور فلسفی کے یہاں بھی پہنچتا تھا۔ وہاں ان کی کتابوں کی شرح وحواشی کے دیکھنے کا چسکہ پڑ گیا۔ شرح دیکھ کر پڑھانے میں طلبا اور استاذوں میں منطقی مشہور ہوگیا۔ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب نے خاص توجہ سے مجھ کو علوم دینیہ کی تکمیل میں متوجہ فرمایا۔

حضرت مفتی اعظم اپنے ہم عصر علماء میں ایک ممتاز شان رکھتے تھے۔ ہم عصر علماء ہی نے آپ کو مفتی اعظم ہند کا خطاب دیا اور جمعیۃ علماء ہند کے بانی اور اس کے صدر قرار پائے .... الخ!

(الجمعیۃ جلد ۲۸ شمارہ ۵۸، بروز پیر ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۵۳ء سنڈے ایڈیشن)

آغاز تعلیم، مقام تعلیم، اساتذہ اور حصول تعلیم کے زمانہ کے تعلق سے ٹھوس اور صحیح معلومات خود حضرت موصوف کی تحریر مذکورہ بالا سے ہوگئی۔ تحریر اگرچہ مختصر ہے۔ لیکن ان تمام ضروری امور پر مشتمل ہے جس کی کسی طالب مشتاق کو ہوسکتی ہے۔

اخلاق وعادات

موصوف کے اخلاق وعادات اور خداداد صالحیت وصلاحیت کے تعلق سے جتنا مطبوعہ مواد ملتا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ مواد زبانی ملتا ہے۔ ”زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو“ کے بموجب یہ کہنا بجا معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں اسوۂ نبوی ﷺ کی وہ جھلک پائی جاتی تھی جس کے لوگ گرویدہ تھے۔ جس وقت حضرت موصوف مدرسہ امینیہ دہلی میں بحیثیت ملازم تشریف لائے تو اس وقت مہتمم مدرسہ حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن واصف صاحبؒ تھے۔ گویا ہر طرح کے معاملات ومعمولات بچشم خود دیکھنے والوں میں سے حضرت مولانا حفیظ الرحمٰن واصفؒ تحریر فرماتے ہیں:

”آپ نہایت خاموش طبع، تنہائی پسند، گوشہ نشیں، متبع سنت ہیں اور بہت ہی سیدھی سادی طبیعت رکھتے ہیں۔ کم بولتے ہیں۔ لیکن درس میں بڑی مبسوط تقریر اور عالمانہ تقریر ہوتی ہے۔ تمام علوم وفنون پر حاوی اور ٹھوس قابلیت کے مالک ہیں۔ جس علم میں گفتگو فرماتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خاص اسی علم کے امام ہیں۔ تبحر علمی جامعیت کمالات میں حضرت مفتی اعظمؒ کے پرتو اور نمونہ ہیں۔“ (البلاغ ممبئی جلد ا شمارہ ۷، ۸، صفحہ ۳۰۰)

شاہجہاں پور میں آپ کے جن شاگردوں سے ملاقات ہوئی۔ ان سے نہ صرف یہ کہ اس کی تائید ملی بلکہ اس سے کچھ زیادہ اوصاف حمیدہ اور خوبیاں انہوں نے شمار کرائے۔ مجموعی طور پر آپ کے تمام ہی شاگردوں نے

جس وصف خاص کا ذکر کیا وہ ہے اسلامی عقائد و اعمال کی حفاظت اور احقاق حق و ابطال باطل میں سینہ سپر ہو کر فتنوں کے سد باب کے لئے میدان عمل میں ڈٹ جانا اور اس موضوع کو دیگر تمام موضوعات پر اہمیت دینا۔ شاہجہان پور کے زمانہ قیام میں جس فکر مندی اور بے جگری سے آپ نے باطل عقائد و نظریات، بدعات و خرافات کا مقابلہ کیا لوگ آج تک آپ کے عزم و ہمت کی داد و تحسین پیش کرتے ہیں۔ اس کا بڑا ثبوت آپ کی وہ تصنیفات بھی ہیں جو اپنے اپنے موضوع پر شاہکار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

باری تعالیٰ نے حضرت مولانا مفتی محمد عبدالغنی صاحبؒ کی فطرت و مزاج میں اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا تعاقب اور اِحقاق حق کی کچھ عجیب ہی شان ودیعت کر رکھی تھی۔ آپ نہایت سنجیدہ اور ٹھوس تحریر و تقریر کا ملکہ رکھتے تھے۔ نہایت مختصر الفاظ میں لیکن جامع و مانع گفتگو کرنا آپ کا خاصہ تھا۔ تقریر و تحریر میں خصم پر گرفت کا نہایت متین اور ایسا سنجیدہ لب و لہجہ اپناتے تھے کہ اس کے لئے ''نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن'' کا منظر ہوتا۔ مخالف کے لئے نہ ٹھہرنے کی گنجائش ہوتی اور نہ بھاگنے کا راستہ ہوتا تھا۔ حضرت موصوف کی ان صفات حسنہ پر آپ کی تحریرات اب بھی شاہد عدل ہیں۔ اسی لئے بدعتی لوگ اور قادیانی پنڈت عموماً آپ سے گفتگو کرتے ہوئے کتراتے تھے۔ تحریر کے ساتھ تقریر و بیان میں بھی آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ آپ کا انداز بیان اس قدر دلکش ہوتا تھا کہ شہر شاہجہان پور کی متعدد مساجد میں پورے سال آپ کے درس قرآن کا مقبول سلسلہ جاری رہتا تھا۔ سنت نبوی ﷺ کے پابند تو تھے ہی مدرسہ عین العلم میں تدریسی خدمات کے ساتھ مدرسہ سے متصل مولسری والی مسجد واقع ممن جنگلہ میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے اور مسجد کی یہ امامت تاحین حیات جاری رہی۔ اسی مسجد کے صحن میں مدرسہ کے بانی مولانا عبیدالحق استاذ محترم مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی آخری آرام گاہ بھی ہے۔ جاری ہے!

ختم نبوت کانفرنس پسرور

۳رستمبر: بعد نماز مغرب جامع مسجد فاروق اعظم پسرور میں ''تذکرہ جاں نثاران مصطفیٰ ﷺ'' کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پسرور کے امیر اور شاہی مسجد کے خطیب مولانا مفتی محمد عثمان نے جبکہ سرپرستی کے فرائض مولانا قاری غلام فرید اعوان نے سرانجام دیئے۔ تلاوت کے بعد نعت پیش کرنے کے لئے جناب فیصل بلال حسان تشریف لائے اور اہل علاقہ کے دل محبت رسول سے باغ باغ کر دیئے۔ مولانا اللہ وسایا، مولانا عزیز الرحمن ثانی، مولانا محمد اسحاق، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا فقیر اللہ اختر کے بیانات ہوئے۔ سامعین کو خوب فائدہ ہوا اور حضور پرنور ﷺ کی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کمربستہ ہونے کا ارادہ کیا۔

۴رستمبر: مولانا اللہ وسایا نے جامع مسجد امیر حمزہ سیالکوٹ میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور حاضرین مجلس کو تحفظ ختم نبوت کے مشن سے اجاگر کیا اور ان سے اپیل کی کہ وہ اپنے اسلاف کے طرز پر تحفظ ختم نبوت کے کام کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں۔

حضرت مولانا محمد آمین شہیدؒ

حافظ عبدالرحمٰن جامی

اللہ تعالیٰ نے سرزمین ضلع لکی مروت کو بیش بہا خزانوں سے نوازا ہے اور اس کے باسیوں کو خداداد صلاحیتوں سے سرفراز کیا ہے۔ان انعامات خداوندی میں سے ضلع لکی مروت پر ایک انعام شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد آمین شہیدؒ کی صورت میں کیا تھا۔موصوف مورخہ یکم جنوری ۱۹۵۸ء کو ضلع لکی مروت کے مشہور معروف گاؤں غزنی خیل کے ایک غریب خاندان امیر خان (مرحوم) کے معزز گھرانے میں پیدا ہوئے۔

موصوف کو والدین نے بچپن میں دینی مدرسے کے لئے وقف کر دیا تھا۔ابتدائی عصری علوم ایف ،ایس سی تک آبائی گاؤں غزنی خیل کے سکول میں حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ابتدائی دینی علوم ممتاز عالم دین مولانا احمد جانؒ کے مدرسہ عالیہ تعلیم الدین غزنی خیل سے حفظ ،قراءت ،صرف ،نحو اور منطق کے علوم حاصل کی ۔اس کے بعد مزید علوم حاصل کے حصول کے لئے مدرسہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لے گئے ۔وہاں جامعہ عثمانیہ کے مہتمم شیخ الحدیث مولانا عبدالمتین کی نگرانی میں سات سال مسلسل علم حاصل کیا۔ ۱۹۷۸ء میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ سے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی اور ساتھ ہی پرائیویٹ حیثیت سے ایم ،اے اسلامیات اور ایم ،اے عربی کی ڈگریاں گومل یونیورسٹی ڈی آئی خان سے نمایاں پوزیشن پر حاصل کیں۔موصوف قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے کئی سال ہمسفر دوست رہے۔زمانہ طالبعلمی میں ضلع بنوں کے سابقہ ایم ،این ،اے مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمیؒ ،شیخ الحدیث مولانا حسین احمد مدنی کیساتھ جمعیت علماء اسلام میں تنظیمی خدمات سرانجام دی۔ آپ جمعیت علماء اسلام کے بنیادی نظریاتی کارکن تھے۔مفکر اسلام حضرت مفتی محمودؒ کے جلسوں میں شرکت فرماتے تھے۔آپ کے آباؤ اجداد نے تحریک ختم نبوت کے سلسلے میں لازوال قربانیاں دیں۔موصوف زندگی بھر دین کی سربلندی ،عروج اور نفاذ اسلام کی جدوجہد کے لئے سرگرم عمل رہے۔جمعیت علماء اسلام کیساتھ خلوص و نیک نیتی کی بناء پر مقامی سطح کے جے یو آئی حلقہ غزنی خیل میں جمعیت علماء اسلام اور جمعیت طلباء اسلام کے سرپرستی کرتے تھے۔ جماعت کے رفاعی اور فلاحی کاموں میں بھرپور کردار ادا کرتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ضلعی رہنماؤں میں سے ایک اہم رکن تھے اور وفاق المدارس العربیہ ملتان کے مسئول بھی تھے۔آپ نے ۱۹۷۹ء سے باقاعدہ تدریس کا آغاز گاؤں غزنی خیل سے کیا۔مدرسہ جامعہ دارالعلوم فیصل آباد ،جامعہ العلوم نریاب ،مدرسہ جامعہ تعلیم القرآن پراچہ ٹاؤن کوہاٹ ،جامعہ عثمانیہ لکی مروت ،جامعہ المرکز الاسلامی بنوں میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے اور بالآخر سرائے نورنگ میں جامعہ عالیہ تعلیم الاسلام (مدرسہ مولانا جمعہ خانؒ) تشریف لائے اور آخر دم تک مدرسہ جامعہ عالیہ تعلیم الاسلام سرائے نورنگ میں آپ خدمات دین میں مشغول رہے۔اس کیساتھ کیساتھ سرائے نورنگ جی ٹی روڈ پر جامع مدینہ مسجد میں امامت ،حفظ و ناظرہ کے درس کا سلسلہ جاری رکھا تھا۔

۲۰۰۴ء میں اللہ تعالیٰ نے موصوف کو حج بیت اللہ کی زیارت نصیب کی۔ تدریس حدیث میں آپ کی خدمات انتہائی شاندار ہیں۔ آپ نے تقریباً ۳۸ سال بخاری شریف سمیت مختلف فقہ وغیرہ کے کتابوں کا درس دیا اور تمام کتابوں کی عبارت اور تلاوت خود کرتے تھے۔ جبکہ ہر سال شعبان اور رمضان شریف میں جامع مسجد مدرسہ عالیہ تعلیم الاسلام میں چالیس دن کا دورہ تفسیر قرآن کا درس دیتے تھے۔ جس میں کامیاب طلباء کو دورہ تفسیر قرآن کی سند جاری کی جاتی۔ آپ کا جس دن انتقال ہوا اس دن بھی عصر تک مدرسہ ھذا میں اپنا سبق پڑھا کر جامع مدینہ مسجد کو تشریف لے گئے تھے۔ سبق کے اختتام پر ہمیشہ یہ دعا کرتے تھے کہ: ''اے اللہ! ہم کو مرتے دم تک آپ کے ذکر، حدیث کی تعلیم میں مشغول رہنے کی توفیق اور کلمہ شہادت کے ساتھ موت عطا فرما۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبولیت سے نوازا اور حدیث کی تعلیم وکلمہ شہادت میں ہی زندگی کا سفر تمام ہوا۔

حضرت مولانا محمد آمینؒ امانت، دیانت، تقویٰ اور اخلاص کے پہاڑ تھے۔ آپ کی زبان مبارک سے ہمیشہ خیر وبھلائی کی باتیں سنی گئی۔ آپ اتحاد بین المسلمین کے زبردست حامی تھے۔ فرقہ واریت کو ملک کے لئے زہر قاتل سمجھتے تھے۔ ہنس مکھ ودلیرانہ چہرہ، باغ وبہار شخصیت، نیکی وتقویٰ کی سعادت مندی کے آثار پیشانی پر جھلکتے تھے۔ آپ کے پاس جو شخص آتا تو سب غم بھول جاتا۔ خدمت خلق کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ آپ خلق خدا کی خدمت کر کے روحانی تازگی محسوس کرتے تھے۔ آپ کا سفید لباس، سر پر اکثر لنگی کی پگڑی، کندھے پر رومال اور چہرے پر آل رسول اللہ کے ہونے کے آثار مبارک۔ جب بولتے تھے تو ہونٹوں سے پھول برستے تھے۔ جماعت میں ہمیشہ کارکنوں کو آگے بڑھاتے تھے۔ دینی مدرسہ ومسجد سے اپنا تعلق قائم رکھا تھا۔ جبکہ تمام اولاد کو دین کی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ آپ کا بڑا بیٹا حافظ شمس العارفین درجہ ثانیہ کا طالب علم بھی ہے۔ دوسرا بیٹا امداداللہ حافظ وہم کلاس کا طالب علم اور مدرسہ تعلیم الاسلام میں علم حاصل کر رہا ہے اور تیسرا بیٹا محمد بلال حافظ ہے اور دینی مدرسہ میں پڑھاتا ہے۔ آپ مدینہ مسجد میں مورخہ ۴رفروری ۲۰۱۵ء کے دن شام کی نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد مسجد کے ساتھ متصل حجرے کے اندر ذکرواذکار اور مطالعے میں مصروف تھے کہ تین افراد نے حجرے میں گھس کر آپ پر پستول سے فائرنگ کر کے شدید زخمی کر دیا۔ زخمی ہونے کے باوجود آپ نے اپنے بھائی اور بیٹے کو فون کیا اور اپنے قریبی مقتدی کو اطلاع دی جس نے فوراً ہی تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال سرائے نورنگ میں پہنچایا۔ لیکن راستے میں آپ نے زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے کلمہ شہادت کی ورد کے ساتھ خالق حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

۵رفروری ۲۰۱۵ء بروز جمعرات کے دن صبح گیارہ بجے غزنی خیل میں شیخ الحدیث مولانا عبدالمتین صاحب نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔ آپ کا نماز جنازہ ضلع لکی مروت کی تاریخ میں بہت بڑا جنازہ تھا۔ جنازہ میں ضلع بنوں، ضلع لکی مروت کے تمام دینی مدارس کے علماء، طلباء، جے یو آئی، جے ٹی آئی، کے صوبائی، ضلعی، تینوں تحصیلوں کے رہنماؤں، اور ضلع بھر سے آئے ہوئے عوام الناس نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ آپ غزنی خیل میں سپرد خاک ہوئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین!

میرے چچا جی شہید تونسویؒ

محمد نعمان بن مولانا شبیر احمد

جب بھی ۹ راکتوبر کی تاریخ آتی ہے تو ہمیں وہ قیامت خیز لمحات یاد آتے ہیں۔ کیا ہوا؟ وہی ہوا کہ ہمیشہ حق کہنے والی زبان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا گیا۔ وہی ہوا جو بے انصافی اور ظلم کے اس جنگل میں سچ کہنے والوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے:

کہنے کو تو گل ہوا فقط اک ہی چراغ
سچ پوچھئے تو بزم کی رونقیں چلی گئیں

۹ راکتوبر ۲۰۰۴ء بمطابق ۲۳ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ بروز ہفتہ دن دہاڑے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر، ختم نبوت کے مجاہد، جید عالم دین اور کامیاب مناظر، اسلاف کی نشانی اور صدق کا پیکر چچا جی حضرت مولانا نذیر احمد تونسویؒ کو ہم سے جدا کر دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

چچا جی شہیدؒ انتہائی خوش ذوق، سادہ مزاج، صابر وشاکر، نیک بخت اور خدا پرست، عارف باللہ، فنافی اللہ اور فنافی الرسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب مطہر کو ایسا صاف وشفاف آئینہ بنایا تھا کہ اس آئینہ پر حسد وبغض کا داغ دھبہ نہ تھا۔ کراچی اور کوئٹہ میں مشہور ومحبوب خطیب تھے۔ ان کی زندگی حقیقی معنی میں مسافرانہ زندگی تھی اور ساری زندگی سفر میں گزری۔

آپ کا ملک کے دیندار حلقہ میں نمایاں اور امتیازی مقام تھا۔ آپ یادگار اسلاف تھے۔ ختم نبوت کے حقیقی اور سچے پروانے اور شیدائی تھے۔ محبت رسول ﷺ ہی ختم نبوت کے ساتھ ان کی والہانہ وابستگی کا سبب تھی۔ زہد وتقویٰ انہوں نے اپنے اکابرین سے حاصل کیا تھا۔ ایسے موقف کے پکے تھے کہ دین کے معاملہ میں بڑے غیور اور جری واقع ہوئے تھے۔ لیکن کوئی قادیانی، قادیانیت کو سمجھنا چاہتا اور سچے دل سے تائب ہونا چاہتا تو چچا جی شہیدؒ اس کے لئے انتہائی نرم ثابت ہوتے۔ کوئی بھی قادیانی ایک بار آپ سے ملاقات کر لیتا تو آپ کی محبوبانہ، مخلصانہ اور مشفقانہ تبلیغ سے مسلمان ہو جاتا۔

آپ کے موثر دلائل سے متاثر ہو کر کثیر تعداد میں قادیانیوں نے آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا اور قادیانیت پر لعنت بھیجی۔

الغرض آپ تمام صفات کے اعتبار سے کامل تھے۔ آپ کی زندگی پر اگر لکھا جائے تو طویل وقت اور کثیر اوراق کی ضرورت پڑے گی۔ ایسی ہستیاں جو اللہ اور رسول ﷺ کے عشق میں ڈوبی ہوئی ہوں آج کے اس پرفتن دور کے اندر بہت کم نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ چچا جی شہیدؒ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان ظالموں کو اللہ تعالیٰ کیفر کردار تک پہنچائے جن ظالموں نے ان کا لہو کراچی کی زمین پر بہایا تھا۔

ایک تحریری علمی مناظرہ

قسط نمبر:2

حضرت مولانا ہلال احمد دہلوی مدظلہ

الفاظ قرآن کی معنوی تحریف

اکثر جس لفظ سے دھوکہ لگا ہے وہ لفظ خلود ہے۔ جو جنتیوں اور جہنمیوں کے لئے قرآن مجید میں ایک ساتھ استعمال کیا گیا ہے اور اس کے معنی ہیں۔ لمبے عرصہ تک رہنا اور استعارۃً ہمیشہ رہنے کا مفہوم لیا جاتا ہے۔

اس کے بعد (مفردات راغب ص۱۵۴) سے استدلال کرتے ہوئے خود یہ عبارت نقل کی ہے۔ ’’اصل المخلد الذی یبقیٰ مدة طویلة ثم استعیر للمبقیٰ دائماً‘‘ مخلد کے اصل معنی طویل مدت کے آتے ہیں۔ ثم دائمی معنی کے لئے مستعار لیا گیا۔

خالدین کے صحیح معنی اور لغوی دلیل

یہ عبارت ہمارے مؤقف کی تائید کر رہی ہے کہ مخلد کے اب جو معنی مستعمل ہیں۔ وہ ہمیشہ کے لئے ہیں اور مدة طویلہ کے معنی کثیر الاستعمال نہیں رہے۔ لغت کا یہ اصول ہے جب کوئی مشترک لفظ مستعار معنی میں کثیر الاستعمال ہو جائے تو پہلے معنی یا تو قلیل الاستعمال سمجھے جاتے ہیں یا وہ لفظ متروک عنہ کے درجہ میں داخل سمجھا جاتا ہے۔ جس طرح لفظ عین یا لفظ صلوٰة ہے۔ اس اصول پر امام راغب نے مخلدا کے معنی مبقیٰ دائما کر کے یہ بتایا ہے کہ اب یہ لفظ ہمیشہ کے معنی میں استعمال ہوگا اور اس پر نص صریح قرینہ بھی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ خالدین و مخلدا و ابداً یہ الفاظ جب اہل جنت کے لئے استعمال ہوتے ہیں تو ہمیشہ کے معنی میں ان کا استعمال سمجھا جاتا ہے اور جب یہی الفاظ اہل جہنم کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں تو یہاں تاویل کر کے مدة طویلہ مراد لئے جاتے ہیں۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مخلد کے معنی مدة طویلہ کے ہیں تو پھر قرآن پاک کی مذکورہ آیات کا کیا جواب ہوگا۔ جو مخلد کے بغیر جہنم کے دائمی ہونے پر نص قطعی ہیں۔ نمبر۱ سے لے کر۱۵ تک آپ غور کریں ان تمام آیات میں خالدین یا ابداً یا مخلداً کے بغیر عذاب اور جہنم کے دائمی ہونے کی اس قدر تاکید ہے کہ اس کا انکار کوئی اہل علم نہیں کر سکتا۔ یہ چند آیات ہم نے ادنیٰ تامل سے لکھی ہیں۔ ورنہ غور کرنے سے اور بھی بہت سی آیات ہمارے مؤقف کی تائید میں مل سکتی ہیں۔

اس کے علاوہ ہم یہاں چند ایسی بھی آیات لکھتے ہیں جن میں خالدین کے ساتھ ابداً کا بھی اضافہ ہے اور علماء لغت نے یہ بات لکھی ہے کہ خالدین کا لفظ ابدیت کے مفہوم میں صریح نہیں ہے۔ جب تک اس کے ساتھ کوئی قرینہ قائم نہ ہو جو دوام کے معنی کی تخصیص کر دے اور جب خالدین کے ساتھ ابداً کا لفظ شامل ہو جاتا ہے تو خلود کے معنی کے لئے قرینہ بن جاتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں جہاں خالدین کے ساتھ ابداً کا لفظ آیا

ہے وہاں صرف کفار کا بیان ہے اور جہاں صرف خالدین کا لفظ ہے وہاں گنہگار ایمان والوں کا ذکر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے مؤمن اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد ایک وقت ضرور جہنم سے نکال لئے جائیں گے۔

۱۶...... ’’ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا ابداً (الجن:۲۳)‘‘ ﴿اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا۔ پس اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔ وہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔﴾

۱۷...... ’’ان الذین کفروا وظلموا لم یکن اللہ لیغفرلہم ولا لیہدیہم طریقاً الا طریق جہنم خالدین فیہا ابداً (النساء:۱۶۸،۱۶۹)‘‘ ﴿بیشک جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا۔ اللہ ان کی مغفرت نہیں کریں گے اور نہ ان کو ہدایت کا راستہ دکھائیں گے۔ سوائے اس کے کہ ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا وہ اس میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔﴾

کافروں پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے

۱۸...... ’’ان اللہ لعن الکافرین واعدلہم سعیراً خالدین فیہا ابداً (احزاب:۶۴،۶۵)‘‘ ﴿بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت کی اور ان کے لئے آگ تیار کی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے۔﴾

ان تینوں آیات پر غور کریں کہ عذاب کے دوام کے لئے خالدین کے ساتھ ابداً کا لفظ آیا ہے جو کہ قرینہ ہے۔ خالدین کے لئے کہ کفار کے لئے عذاب دائمی ہوگا۔

کافر اور مشرکین کے لئے انبیاء اور رسولوں کی بھی سفارش کام نہیں دے گی

اس کے علاوہ اس کا امکان ہوسکتا تھا کہ ممکن ہے انبیاء علیہم السلام یا رسول اللہ ﷺ کی سفارش سے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادیں یا رسول سے قرابت کی وجہ سے مغفرت ہو جائے۔ فرمایا اس کا بھی امکان نہیں ہے کہ کوئی رسول یا ولی اپنے کسی ایسے قرابت والے کے لئے بخشش کی سفارش کرے جو کافر ہو اور کفر ہی کی حالت میں اس کا انتقال ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

۱۹...... ’’استغفرلہم اولا تستغفرلہم ان تستغفرلہم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم ذلک بانہم کفروا باللہ ورسولہ واللہ لا یہدی القوم الفسقین (توبہ:۸۰)‘‘ ﴿آپ ان کے لئے استغفار کریں یا استغفار نہ کریں چاہے آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لئے بخشش چاہیں تو بھی اللہ تعالیٰ ہرگز ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔﴾

۲۰...... ’’سواء علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفر لہم لن یغفر اللہ لہم (منافقون:۶)‘‘ ﴿ان کے لئے برابر ہے کہ آپ بخشش چاہیں یا بخشش نہ چاہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ان کی مغفرت نہیں کرے گا۔﴾

ان دونوں آیتوں میں فرمایا کہ اگر رسول ان کے لئے اپنے اختیار سے استغفار بھی کریں۔ تب بھی اللہ ان کی مغفرت نہیں فرمائے گا۔ اس لئے کہ ان کا جرم اتنا بڑا ہے جس کی معافی نہیں ہوسکتی ہے۔

۲۱...... ’’ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی القربیٰ من

بعد ما تبین لهم انهم اصحب الجحیم (توبہ:۱۱۳)" ﴿نبی اور ایمان والوں کے لئے تو یہ جائز ہی نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت طلب کریں۔ اگرچہ وہ قریب ہی کے رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ جب کہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ لوگ جہنم کے مستحق ہیں۔﴾

دیکھئے اس آیت میں یہاں تک منع کر دیا کہ اگر کسی نبی یا رسول کے قریبی رشتہ دار کافر یا مشرک ہوں تو ان کے لئے دعا مغفرت کرنا جائز نہیں ہے تو جب بخشش کے تمام راستے ختم کر دیئے تو اب ان کی مغفرت کی امید نہیں کی جا سکتی۔ اب اس کے بعد یہ کہنا کہ تمام انسانوں کو ایک دن ضرور جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ دعویٰ ان ۲۱ آیات میں صریح معنوی تحریف ہے جو کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ صاحب مراسلہ نے اپنی تائید میں دوسری آیت اور تیسری آیت پیش کی ہے اور ان دونوں سے اپنے مؤقف کی تائید کی ہے۔

۲۲...... "ونضع الموازین القسط لیوم القیامة ولا تظلم نفس شیئًا وان کان مثقال حبة من خردل أتینا بها وکفیٰ بنا حاسبین (الانبیاء:۴۷)" ﴿قیامت کے دن ہم ایسے تول کے سامان پیدا کریں گے جن کی وجہ سے کسی جان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور کسی کی رائی کے دانے کے برابر (نیکی یا بدی کی) ہوگی تو ہم اس کو بھی لے آئیں گے اور ہم حساب لینے میں کافی ہیں۔﴾

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آیت سے غلط استدلال

اب اگر کوئی شخص بدیوں کی کثرت کی وجہ سے جہنم میں چلا جائے اور پھر ابدالاباد تک اسی میں رہے تو اسے اپنی نیکیوں کا بدلہ نہیں مل سکتا ہے۔ دنیا میں کوئی انسان نہیں جس نے کچھ نہ کچھ نیکی نہ کی ہو۔ پس ضروری ہے کہ اس کی سزا ایک دن ختم ہو جائے۔ تاکہ اس کی نیکیوں کی جزا بھی اسے مل جائے۔ ہمیشہ جہنم میں رہنے سے تو اسے نیکیوں کی جزا کبھی بھی نہیں ملے گی۔

آیت کا صحیح مفہوم

مذکورہ آیت سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ خود ساختہ ہے۔ اس پر صریح کوئی دلیل نہیں ہے۔ آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان کے ساتھ انصاف کیا جائے گا اور اس کے تمام اعمال کو خواہ نیک ہوں یا بد، میزان عدل میں رکھا جائے گا اور جس کا نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا تو وہ کامیاب قرار دیا جائے گا اور اگر برائیاں زیادہ ہوں گی تو ناکام سمجھا جائے گا۔ اس مفہوم کو قرآن پاک میں بار بار دہرایا گیا ہے اور کسی نفس پر ظلم نہ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے ہر عمل کا بدلہ کامیابی کی صورت میں دیا جائے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ کسی نفس کے ساتھ ناانصافی نہیں ہوگی کہ اس کے نیک اعمال کا بدلہ نہ دیا جائے۔ بلکہ جس نے اگر رائی کے دانے کے برابر بھی نیکی کی ہے تو اس کو بھی اس کا پورا صلہ ملے گا۔ لیکن یہ معاملہ صرف اہل ایمان کے ساتھ ہوگا۔ اگر ان کی نیکیاں زیادہ ہیں تو فوراً بخشش ہو جائے گی اور اگر برائیاں بھی ہیں تو اس کی سزا ملے گی اور اس کے بعد جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور اگر وہ کافر مشرکین ہیں

تو وہاں ان کو ان کے نیک رفاہی کاموں کا بدلہ نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ ان کے پاس ایمان نہیں ہے اور ایمان ہی اصل مدار ہے نجات کے لئے، تو اس لئے ان کے ساتھ جدا معاملہ ہوگا۔ دنیا میں جو نیک یا رفاہی کام ان لوگوں نے کئے ہیں۔ ان کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے اور آخرت میں اس کا صلہ نہیں ملے گا۔

اہل دنیا کے اعمال دنیا میں ہی بیکار ہو جائیں گے

اللہ تعالیٰ نے خود اس کا فیصلہ فرمایا۔ ارشاد فرمایا: ’’من کان یرید الحیوٰۃ الدنیا وزینتها نوف الیهم اعمالهم وهم فیها لا یبخسون اوٗلئك الذین لیس لهم فی الآخرة الا النار وحبط ما صنعوا فیها وبطل ما کانوا یعملون (هود:۱۵،۱۶)‘‘ ﴿جو دنیا اور اس کی زینت چاہتے ہیں ہم ان کو پورا بدلہ ان کے اعمال کا (دنیا ہی میں) دیں گے اور ان میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں صرف آگ ہی ہے اور دنیا میں جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ بے کار ہوگا اور بے اثر کر دیا جائے گا جو کچھ وہ کرتے تھے۔﴾

یہ آیت اپنے مفہوم میں اس قدر واضح ہے کہ اس میں کسی قسم کی تاویل کی قطعاً گنجائش نہیں ہے اور اس پر تاریخ عالم گواہ بھی ہے۔ کافر اور مشرکین اور بے دین لوگ دنیا کے ہر خطہ اور ہر دور میں رہے اور بہت سے بے دین لوگوں نے بے شمار انسانی فلاح و بہبود کے کام کئے۔ خاص طور پر یورپ کے سائنسدانوں نے ایسی راحت و آرام کی چیزیں ایجاد کیں ہیں۔ جن سے انسانیت کو قیامت تک فیض پہنچتا رہے گا۔ قرآن مجید کا وعدہ سچا ہے۔ چنانچہ انہوں نے محنت کی اور انہیں اس کا صلہ اپنے مقصد میں کامیابی کی صورت میں ملا اور عزت و شہرت بھی حاصل ہوئی۔ لیکن یہ سب دنیا کی حد تک ہے۔ آخرت میں ان کو کوئی صلہ نہیں ملے گا۔ اسی مفہوم کو ایک دوسری آیت میں اس طرح اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

کافر اور مشرکین کے اعمال کی حقیقت

’’قل هل ننبئکم بالاخسرین اعمالاً الذین ضل سعیهم فی الحیوٰۃ الدنیا وهم یحسبون انهم یحسنون صنعاً (الکهف:۱۰۳،۱۰۴)‘‘ ﴿آپ کہہ دیں کہ کیا ہم آپ کو بتائیں کہ عمل کے اعتبار سے نقصان میں کون ہے وہ لوگ ہیں جن کی کوششیں دنیا کی زندگی میں بیکار ہو گئیں۔ حالانکہ وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ یقیناً انہوں نے اچھے عمل کئے ہیں۔﴾

اس آیت نے کافر اور مشرکین کے اعمال کی حقیقت متعین کر دی کہ یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھے اعمال کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کی تمام کوششیں ناکام ہو چکی ہیں۔ جیسا کہ بیسویں صدی کے سائنسداں ہیں راحت و آرام کی بے شمار چیزیں ایجاد کیں۔ لیکن اس کے ساتھ بندوق سے لے کر ایٹمی ہتھیار تک ایجاد کئے۔ جن سے لاکھوں انسانوں کی جانوں کو ایک آن میں ختم کیا جاسکتا ہے۔ ہیروشیما کی تاریخ گواہ ہے۔ ایک آن میں ہزارہا انسان لقمۂ اجل بن گئے اور اب بھی ایٹمی طاقتیں لرزہ براندام ہیں کہ اگر ایٹمی جنگ شروع ہوگئی تو فریقین میں سے کسی کا بچنا ممکن نہیں ہوگا۔ غرض کہ ان لوگوں

نے جو کچھ محنت کی اس کا نتیجہ ان کی ناکامی کی صورت میں ظاہر ہوگیا۔اس سے زیادہ واضح آیت اور ہے جس میں کافروں کے اعمال کو سراب سے تشبیہ دے کر ان کی بے ثباتی کی بہترین وضاحت کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔"والذین کفروا اعمالهم کسراب (النور:۳۹)" ﴿اور وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے اعمال کی مثال سراب۔﴾ یعنی پانی کی مانند چمکتی ریت کے مانند ہے۔جس طرح ریت کے ٹیلے کو استقرار نہیں ہوتا۔ بلکہ ہوا کے ساتھ اس کا وجود ختم ہوتا رہتا ہے۔اسی طرح کافروں کے اعمال ہیں کہ اپنے وجود میں اس قدر سریع الزوال ہیں کہ دوام نہیں ہے۔جس طرح نقش برآب ہوتا ہے ایک طرف پانی میں لکیر ڈالئے دوسری طرف فوراً ختم ہوتی چلی جاتی ہے۔

"واما من خفت موازینه فامه هاویة (القارعة:۸،۹)" ﴿جس کی نیکیاں کم ہوں گی اس کی ماں ہاویہ جہنم ہوگی۔﴾ صاحب مراسلہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آیت سے غلط استدلال

یعنی جس طرح بچہ رحم مادر میں ایک معین عرصہ تک رہتا ہے اور پھر اس کے پیٹ سے باہر آجاتا ہے۔اس طرح جب دوزخیوں کی اصلاح جہنم میں ہوجائے گی اور وہ عبد بننے کے لائق ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں جہنم سے باہر لے آئے گا۔

آیت کا صحیح مفہوم

یہاں بھی سخن سازی سے کام لیا گیا ہے اور آیت کو ایک نئے مفہوم کا جامہ پہنا کر نئے انداز سے پیش کیا ہے۔جس کے ذریعہ لوگوں کے ذہن سے جہنم کا خوف ختم ہوجائے گا۔یا پھر بطور اقامت گاہ کے بغرض علاج کچھ عرصہ کے لئے جہنم میں داخل ہونے کا یقین کرایا جارہا ہے۔اس طرح رفتہ رفتہ لوگ یہ یقین کرلیں گے کہ چلو دنیا میں من مانی کرلو اور اگر اللہ تعالیٰ نے جہنم میں ڈال بھی دیا تو وہ عارضی ہوگا اور کچھ مدت کے بعد پھر راحت وآرام کی زندگی جنت میں مل جائے گی۔اس انداز فکر سے نیک اور بد مسلمان اور کافر میں امتیاز ختم ہوکر رہ جائے گا۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے:"افنجعل المسلمین کالمجرمین مالکم کیف تحکمون (القلم:۳۵،۳۶)" ﴿کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کے برابر کردیں۔تم کو کیا ہوا تم کیسے فیصلے کرتے ہو۔﴾

کلام الٰہی کے اس فیصلہ کے بعد کیا اس کا امکان رہ جاتا ہے کہ یہ یقین کرلیا جائے کہ ایک وہ شخص ہے جو پوری زندگی یاد الٰہی اور اس کے اوامر پر عمل کرنے اور اس کے نواہی سے بچنے میں گزارتا ہے۔ ہر قدم پر اس کو مکارہ اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور دوسری طرف وہ شخص ہے جو تمام زندگی نافرمانی اور من مانی میں گزارتا ہے۔ اچھے برے میں ذرا بھی تمیز نہیں کرتا ہے تو کیا حق تعالیٰ شانہ کی شان عدل سے یہ ممکن ہے کہ ان دونوں کو ایک مقام میں برابر کردیں یہ تو عام آدمی سے بھی ممکن نہیں ہے۔

لغت کا غلط استعمال

صاحب مراسلہ نے لفظ امہ کو ماں کے پیٹ سے جو تشبیہ دی ہے اور قرآن میں جو نئے معنی پیدا کئے ہیں۔

اس کا ثبوت بھی ہے یا نہیں۔ حالانکہ امہ کے معنی یہ ہیں کہ جن کی نیکیاں کم ہوں گی ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ جہنم کو ماں کے پیٹ سے تشبیہ دینا قرآن کے مقصد کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ ماں کا پیٹ جائے قرار ہے اور راحت کی جگہ ہے اور جہنم تکلیف اور سزا کی جگہ ہے۔ دنیا میں کون عقلمند انسان ہے جو ہسپتال کو راحت وآرام کی جگہ قرار دے گا۔ اس کے بعد یہ قیاس کرنا کہ جہنم میں سزا پانے کے بعد ان میں عبد بننے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی یہ بھی درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ عبد بننے کی جگہ تو دنیا تھی۔ جہاں اس کو اللہ کی بندگی کرنا تھی۔ لیکن اس نے دنیا میں من مانی کی اور دنیا جو آخرت کی کھیتی تھی اس نے اس میں ایمان ویقین اور نیک عمل کی کاشت کاری نہیں کی اور آخرت میں جنت اور جہنم تو دارالجزاء ہے دارالتربیت نہیں ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ جہنم میں رہنے کے بعد ان میں عبد بننے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی درست نہیں ہے۔

۴...... ’’عذابی اصیب بہ من اشآء ورحمتی وسعت کل شیٔ (الاعراف:۱۵۶)‘‘ ﴿میں اپنا عذاب جس کو چاہتا ہوں پہنچاتا ہوں۔ مگر میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔﴾

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

غلط استدلال

جب اس کی رحمت ہر ایک چیز پر حاوی ہے تو ضروری ہے کہ دوزخ بھی ایک دن اس کی رحمت کے سایہ تلے آجائے اور دوزخیوں کو اس سے نکال کر جنت میں داخل کر دیا جائے۔ صاحب مراسلہ نے آیت سے جو استدلال کیا ہے۔ اس کی بنیاد خالص قیاس ومیلان پر قائم ہے۔ اپنے ذہن کے خودساختہ معنی آیت کے ساتھ چپاں کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وسعت رحمت کا یہ مطلب نہیں کہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو یکسر ختم کر دیا جائے اور جہنم جو اللہ جل شانہ کی صفت قہاریت کا مظہر ہے۔ اس کے وجود ہی کو ختم کر دیا جائے۔ جب جمہور امت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ جس طرح جنت دائم الوجود ہے۔ اہل جنت کے لئے، اسی طرح جہنم بھی دائم الوجود ہے۔ اہل جہنم کافر مشرکین کے لئے، اگر وسعت رحمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ جہنم کو بھی ختم فرمادیں تو کافر ومشرکین کا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ کیا وہ بھی جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ حالانکہ یہ صراحتاً قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

وسعت رحمت کا صحیح مفہوم

وسعت رحمت کا صحیح آسان مفہوم یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ وہ اپنے بندوں کی معمولی غلطیوں اور گناہوں پر فوری مواخذہ نہیں فرماتے بلکہ اس کو ڈھیل دیتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنی غلطی سے تائب ہو جائے اور جب وہ تائب ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیتے ہیں۔ اس طرح جب یہ لوگ نافرمانی اور گناہوں میں ملوث رہتے ہیں تو اللہ جل شانہ ان پر اپنے انعامات کا دروازہ نہیں بند کرتے۔ وہ دنیا میں نیک لوگوں کی طرح تمام نعمتوں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ حالانکہ عدل وانصاف کا یہ تقاضہ تھا جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کو نہ مانے اور اس کی اطاعت نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی نعمتوں کو روک سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے۔ اس لئے اس کو مہلت دی جاتی ہے۔ جب وہ تائب ہو جاتا ہے تو گزشتہ گناہوں کی سزا نہیں ملتی ہے۔ یہ ہے رحمت کا معنی

اور اس وسعت رحمت کا مظاہرہ پوری فیاضی کے ساتھ قیامت کے دن ہوگا۔ یہاں تک کہ اللہ جل شانہ ایمان کے ساتھ صرف ایک نیکی کی وجہ سے اس کی مغفرت فرمادیں گے۔ لیکن کافر اور مشرکین اور بے دین لوگوں کے لئے رحمت کے دروازے بند ہوں گے۔ اس لئے کہ انہوں نے دنیا میں اطاعت الٰہی اور ایمان ویقین کے دروازے اپنے اوپر بند رکھے تھے۔

۵...... ’’فاما الذین شقوا ففی النار لهم فیها زفیر و شهیق خالدین فیها مادامت السمٰوٰت والارض الا ماشاء ربك ان ربك فعال لما یرید ۰ واما الذین سعد وافقی الجنة خٰلدین فیها مادامت السمٰوٰت والارض الا ماشاء ربك عطآ غیر مجذوذ (هود:۱۰۶تا۱۰۸)‘‘ ﴿جو لوگ بدبخت ہوں گے وہ آگ میں داخل کئے جائیں گے۔ اس میں کسی وقت تو ان کے غم سے لمبے لمبے سانس نکل رہے ہوں گے اور کسی وقت رورو کر ہچکی بندھ جائے گی۔ وہ اس میں اس وقت تک رہتے چلے جائیں گے جب تک کہ آسمان وزمین قائم ہیں۔ سوائے اس کے تیرا رب اور ارادہ کرے اور تیرا رب اپنے ارادہ کو پورا کرنے والا ہے اور جو لوگ خوش نصیب ہوں گے وہ جنت میں داخل کئے جائیں گے اور اس میں اس وقت تک رہیں گے جب تک کہ آسمان وزمین قائم ہیں۔ سوائے اس کے تیرا رب کچھ اور چاہے مگر یہ عطاء ہوگی جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔﴾ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے صاحب مراسلہ لکھتے ہیں:

آیت سے عجیب منطقی انداز میں استدلال

اس آیت میں دوزخیوں کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم ان کو جہنم سے نکال سکتے ہیں اور ہمارے ارادہ میں کون حائل ہوسکتا ہے۔ لیکن مؤمنوں کے متعلق فرماتا ہے کہ اگر چاہیں تو ان کو بھی جنت سے نکال سکتے ہیں۔ مگر ہم نے یہی چاہا کہ ان کے انعام کو کبھی ختم نہ کیا جائے۔ اس مقابلہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دوزخ کا عذاب ایک دن ختم ہونے والا ہے۔ کیونکہ دوزخیوں کو جہنم سے نکلنے کی امید دلائی گئی ہے اور جنتیوں کو کہا گیا ہے کہ انہیں نہ ختم ہونے والے انعام سے نوازا جائے گا۔ جاری ہے!

محاسبہ قادیانیت جلد نمبر ۱ کا مقدمہ

مولانا اللہ وسایا

الحمدللہ و کفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰے ۰ امابعد!

قارئین کرام! آپ دوستوں کو معلوم ہے کہ محض حق تعالیٰ کی طرف سے عنایت کردہ توفیق واحسان کے ساتھ احتساب قادیانیت کا سلسلہ ساٹھ جلدوں پر پہنچا تو اسے یہاں پر ختم کر دیا گیا۔ اس لئے کہ ساٹھ جلدوں پر مشتمل اس سیٹ کو ہمہ وقت مکمل رکھنا، خاصا دشوار کام ہوگیا تھا اور ساٹھ جلدوں کا حساب رکھنا بھی بہت سارے مسائل کا باعث بن رہا تھا۔ چنانچہ مجلس کے رفقاء نے فیصلہ کیا کہ احتساب قادیانیت کو تو ساٹھ جلدوں پر بند کر دیا جائے۔ البتہ ردقادیانیت پر قدیم، اہم ترین، نایاب، کتب ورسائل کو شائع کرنے کا سلسلہ بند نہیں ہونا چاہئے۔ وہ جاری رہنا چاہئے۔ اس کے سلسلہ اشاعت کا ٹائٹل بدل دینا چاہئے۔ چنانچہ اس کتاب سے ’’محاسبہ قادیانیت‘‘ کے نام پر نیا سلسلہ شروع کر رہے ہیں اور آپ کے ہاتھوں میں موجود کتاب اس سلسلہ کی جلد اوّل ہے اور اب انشاء اللہ یہ سلسلہ بھی بڑی تیزی سے جاری رہے گا۔

’’محاسبہ قادیانیت‘‘ کی جلد اوّل کی کتاب کا نام ’’عصائے موسیٰ‘‘ ہے جو سن ۱۹۰۰ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد کذاب قادیان، آٹھ سال زندہ رہا اور یہ کتاب اس کے سینہ پر مونگ دلتی رہی۔ واقفین جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی جہاں کہیں اس کتاب یا اس کے مصنف کا نام لیتا ہے جن بھن کر لیتا ہے۔ مصنف اپنی کتاب سمیت مرزا قادیانی کے لئے سوہان روح اور سرطان جسم بنے رہے۔

اس کتاب کے مصنف کا نام بابو الٰہی بخش تھا۔ گورنمنٹ کے ملازم تھے اور اکاؤنٹینٹ کے منصب دار تھے۔ بابو الٰہی بخش، حافظ محمد یوسف، منشی عبدالحق یہ تین چار حضرات تھے۔ جو اہل حدیث رہنما صوفی محمد عبداللہ غزنوی سے بیعت تھے۔ ادھر اس زمانہ میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کی پشت پر تھے۔ نتیجہ میں یہ حضرات ’’رہبر‘‘ کی تلاش میں ’’راہزن‘‘ کے ہاتھوں اغوا ہو کر کفر ودجل کی وادی میں سرگردان اور محبوس ہوگئے۔

حق تعالیٰ کے کرم کو دیکھئے ادھر مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا کی پشت سے اتر کر اس کے سامنے سروقد ہو کر تلافی مافات کرنے لگے اور ایسی تلافی کی کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ ملک کے کونہ کونہ میں پھر کر مرتد قادیان کے ’’کفر بواح‘‘ کے فتوے حاصل کئے۔ ادھر بابو الٰہی بخش، حافظ محمد یوسف اور عبدالحق پر بھی مرزا قادیانی کا کفر الم نشرح ہوگیا۔ آج کی مجلس میں پس منظر واضح کرنے کے لئے ارتجالاً یہ چیزیں نوک قلم پر آ گئیں۔ ورنہ مجھے تو بنیادی طور پر اس کتاب ’’عصائے موسیٰ‘‘ کے مؤلف بابو الٰہی بخش (متوفی ۷؍اپریل ۱۹۰۷ء) کے متعلق عرض کرنا ہے۔ منشی الٰہی بخش گورنمنٹ ملازم تھے۔ ملتان کے رہنے والے تھے۔ ملازمت کے سلسلہ میں ڈیرہ غازی خان اور لاہور بھی رہے۔ اس زمانہ میں مولانا صوفی محمد عبداللہ غزنوی تھے۔ بابو الٰہی بخش ان کے مرید تھے۔ ۱۸۸۳ء براہین احمدیہ کی

تصنیف کے وقت ہی بابو الٰہی بخش، مرزا قادیانی کے ہاتھوں وادیٔ کفر میں اغوا ہوگئے۔

اس کتاب کے مؤلف بابو الٰہی بخش مرزا قادیانی کے نظریات پھیلانے میں اس حد تک ساعی تھے کہ بابو پیر بخش پوسٹ ماسٹر جو بعد میں مرزا قادیانی کے خلاف علم لے کر میدان میں آئے اور اپنے زمانہ میں ردقادیانیت کے عنوان پر صف اوّل کے رہنماؤں میں شامل تھے۔ ان کو مرزا قادیانی کا مداح بنانے کی بابو الٰہی بخش نے دعوت دی تھی۔ بابو الٰہی بخش عرصہ تک مرزا قادیانی کے مخلص مرید رہے۔ ہوا یہ کہ ان کے شیخ اوّل مولانا صوفی عبداللہ صاحب غزنوی بھی الہام سناتے تھے۔ مرزا قادیانی کا تو سارا دھندا ہی الہامات کا ذبہ کے اردگرد گھومتا تھا۔ بابو الٰہی بخش کو بھی ماحول نے اتنا متاثر کیا، کہ یہ بھی الہامات سنانے لگے۔ ابتداء میں مرزا قادیانی اپنے حق میں اس کے الہام سن کر سر دھنتا اور ڈونگرے برساتا تھا۔ بابو الٰہی بخش بھی الہامات کی کشتی پر سوار ہوکر دور نکل گئے۔ اب ایک دن بابو الٰہی بخش نے کہا کہ جناب مرزا صاحب! کیا ایک ملہم کو بھی کسی کی بیعت کی ضرورت ہے؟ مرزا قادیانی ایسا شاطر ومکار فوراً تاڑ گیا کہ یہ شکار ہاتھ سے گیا۔ مرزا قادیانی نے فوراً ’’ضرورۃ الامام‘‘ نامی کتاب لکھی۔ قادیانی کہتے ہیں کہ یہ کتاب ڈیڑھ دن میں لکھی۔ اگر یہ صحیح ہے تو گویا بابو الٰہی بخش نے سوال کیا کیا؟ گویا مرزا قادیانی کو تتے توے پر کھڑا کر کے سرتاپیر اسے آتش زدہ کردیا۔ جب کہ خارش زدہ پہلے سے تھا، وہ پاگلوں کی طرح ہوگیا۔ کتاب نہ لکھتا تو کیا کرتا؟ اب لکھا کیا؟ کہ امام ایسے ہونا چاہئے۔ ویسے ہونا چاہئے۔ خوب قلابے ملائے۔ اس میں سے ایک یہ بھی سنیں۔ مرزا قادیانی نے لکھا (مریدوں کو پیروں کی ایسے ضرورت ہے) جیسا کہ ’’عورت کو مرد کی‘‘

(ضرورۃ الامام ص۹، خزائن ج۱۳ ص۴۸۰)

قارئین! بار بار پڑھئے اور سر دھنئے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک امام، ملہم، مامور، پیر، روحانی رہنما کو مرزا قادیانی کس سے تشبیہ دے رہے ہیں؟ مرید اور مطیع کو عورت اور پیر کو مرد کہہ کر مرزا قادیانی کیا سبق دینا چاہتے ہیں؟ یہی نا کہ مرید ساری زندگی نیچے لگا رہے۔ سر اٹھا کر چلنے کی اجازت نہیں۔ لیکن مرزا قادیانی کی اس تجویز وتشبیہ پر مرید بابو الٰہی بخش صاحب کے الہامات نے بھی شدت اختیار کر لی۔ اس نے مؤقف اختیار کیا کہ اگر مرزا قادیانی کو الہام ہوا کہ مرزا قادیانی مثیل مسیح ہے تو مجھے الہام ہوا ہے کہ میں مثیل موسیٰ ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے تو مثیل مسیح مرزا بھی مثیل موسیٰ (بابو الٰہی بخش) کے تابع ہے۔ گویا اس الہام نے ساری کایا پلٹ دی۔ مرزا قادیانی بابو الٰہی بخش کو عورت اور خود کو مرد کہتا تھا۔ لیکن اب بابو الٰہی بخش نے خود کو مرد کہہ کر مرزا قادیانی کو عورت بنادیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی کو اس کے ملہم نے یہ کہا کہ: ’’بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے ...... تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہوگیا ہے۔ ایسا بچہ بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔‘‘

(تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴۳، خزائن ج۲۲ ص۵۸۱)

اے کاش! قادیانی کرم فرما، غور کریں کہ بابو الٰہی بخش، مرزا قادیانی کے اعصاب پر ایسے سوار ہوا کہ وہ مرزا قادیانی کو وہ مرد نظر آنے لگا اور اس مرد کامل نے مرزا قادیانی کے حیض کو بھی ’’بچہ‘‘ میں تبدیل کردیا۔ ’’لعنت بر پدر فرنگ‘‘ مرید جو عورت تھا وہ پیر یعنی مرد بن کر مرزا قادیانی کے لئے، بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے کا باعث ہوگیا۔

قادیانی غور فرمائیں کہ مرزا قادیانی کے ذہن پر بابو الٰہی بخش ایسے سوار ہوا کہ واقعی مرزا قادیانی اسے اپنے اوپر کامیاب سواری طرح نہ صرف دیکھنے لگا بلکہ خواب بھی یہی آنے لگے۔

بابو الٰہی بخش کی اپریل ۱۸۹۸ء سے مرزا قادیانی کے ساتھ خط و کتابت شروع ہوئی۔ مرزا قادیانی نے بتکرار و اصرار بابو الٰہی بخش کو مجبور کیا کہ تم اپنے الہامات جو میرے بارے میں ہیں وہ شائع کرو۔ اس نے اس کتاب میں نہ صرف وہ الہامات شائع کئے بلکہ مرزا قادیانی کی کتاب ''ضرورت الامام'' کے ایک ایک جملہ کا جواب بھی دیا۔ تو بڑے سائز کی چار سو ساٹھ صفحہ کی کتاب تیار ہوگئی۔ جو ۱۹۰۰ء میں انہوں نے شائع کر دی۔ اب کمپیوٹر پر ان صفحات کی تعداد اور بڑھ گئی ہے۔ یہ کتاب آج سے ایک سو پندرہ سال پہلے کی ہے۔ اس میں الہامات بھی درج تھے۔ میں نے بعض مقامات سے کچھ حصہ حذف بھی کیا۔ لیکن ''جیسا منہ ویسی چپیڑ'' جیسے مرزا قادیانی کا سارا کھیل اس کے ملعونانہ نام نہاد الہامات کے گرد گھومتا تھا۔ اس طرح اس کتاب کے مصنف نے بھی مرزا قادیانی کو اس کے قائم کردہ منہاج پر ہی ایسے زیر کر کے خود اس کی پشت پر سواری کرنے لگا۔ کتاب چھپنے کے بعد بابو الٰہی بخش سات سال زندہ رہا اور مرزا قادیانی کی چمڑی سے کھیلتا رہا۔ مرزا قادیانی کے اس دور میں کیا شب و روز ہوتے تھے۔ اس کے بعد مرزا قادیانی نے جو بھی کتاب لکھی اس کتاب ''عصائے موسیٰ'' اور اس کے مصنف کو نشانہ بنایا۔ تا آنکہ اس کتاب کا مصنف ۱۹۰۷ء میں، اور مرزا قادیانی واہی تباہی بکتے ۱۹۰۸ء میں عالم آخرت کو روانہ ہوئے اور مرزا قادیانی اپنے الہام ''میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا'' (تذکرہ ص ۵۲۵، طبع سوم) کا مصداق بن گیا۔

ایک سو پندرہ سال پہلے کی کتاب چھاپنے پر کہ کس کس طرح، کس کس اللہ کے بندہ نے مرزا قادیانی کو ناکوں چنے چبوائے۔ اس کتاب میں بہت سارے واقعات کا مصنف نے جگہ جگہ ذکر کیا ہے۔ اتنی قدیم کتاب کی اشاعت مرزا قادیانی کے ماننے والوں کو دعوت دیتی ہے کہ مرزا قادیانی کے تجویز کردہ نسخہ علاج سے مرزا قادیانی کی نام نہاد مسیحیت کا علاج کریں۔ یہی ہوا کہ مرزا مثیل مسیح تو الٰہی بخش مثیل موسیٰ۔ پس مسیح علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے۔ مرزا قادیانی بابو الٰہی بخش کے تابع ہے۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ وہ کیسے؟ الٰہی بخش نے کہا کہ جیسے آپ ویسے میں۔ تم مثیل مسیح تو میں مثیل موسیٰ۔ تو میرے تابع۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ مجھے تو الہام ہوا۔ الٰہی بخش نے کہا کہ مجھے بھی الہام ہوا۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ میرے پاس فرشتہ آتا ہے۔ الٰہی بخش نے کہا کہ میرے پاس بھی آتا ہے۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ تو نے میرا انکار کیا تو جماعت سے خارج۔ الٰہی بخش نے کہا کہ تو نے میرا انکار کیا تو تو بھی اسلام سے خارج۔

لیجئے! مرزا قادیانی کے الٰہی بخش ایسے فٹ ہوا کہ مرزا قادیانی کے الہامات کی گاڑی کا الٰہی بخش ''ٹوچین'' کیئے نظر آتا ہے۔ بس یہی اس کتاب کا خلاصہ ہے۔ رہے مرزا قادیانی اور الٰہی بخش کے الہامات تو ہماری بلا سے ''بوم'' بسے کہ ''ہما'' رہے۔ ویسے بھی بقول مولانا شوکت اللہ میرٹھی کے مرزا قادیانی بغیر دال کے ''بودم'' تھا۔ اس پر تو ہمارا بھی صاد ہے۔

محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا!

۲۳ رشوال ۱۴۳۶ھ، مطابق ۱۰ راگست ۲۰۱۵ء

مدرسہ عربیہ خاتم النبیین کا مختصر تعارف

مولانا توصیف احمد

سنجر چانگ تحصیل جھڈو ضلع ٹنڈو اللہ یار کے علاقہ میں واقع ہے۔ جہاں قادیانیوں کی اکثریت آباد ہے۔ بشیر آباد، غفور آباد کے نام سے اسٹیٹ قائم ہیں۔ اردگرد بھی چھوٹے گاؤں قادیانیوں کے ہیں۔ یہ زمیندار اور کلیدی عہدوں پر براجمان ہیں۔ یہاں قادیانی کھلم کھلا تبلیغ کرتے تھے۔ اپنے اجتماعات میں مسلمانوں کو مدعو کرتے تھے۔ مقامی مسلمان دفاعی پوزیشن اور کسمپرسی کی حالت میں تھے۔

۲۰۰۷ء کے لگ بھگ قادیانیوں نے تین روزہ اجتماع منعقد کیا۔ اس میں مسلمانوں کو بھی دعوت دی اور سیٹلائٹ ٹی وی کے ذریعے موجودہ قادیانی سربراہ مرزا مسرور کی ہفوات سنائیں۔ ضلع ٹنڈو اللہ یار، میر پور خاص، حیدرآباد کے سرکردہ علماء کرام جب اس اجتماع سے آگاہ ہوئے تو ان میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی، مولانا راشد محبوب (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو اللہ یار)، مولانا قادر بخش، مولانا محمد آصف انور، ٹنڈو آدم کے مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن، مفتی مشتاق (ماتلی)، مولانا حافظ محمد زبیر (ٹنڈو غلام علی) نے سنجر چانگ کا دورہ کیا اور سڑک کے دونوں اطراف جماعت کی شکل میں گشت کیا اور علاقائی عوام الناس کو عقیدہ ختم نبوت وفتنہ قادیانیت سے آگاہ کیا۔ ظہر کے بعد جامع مسجد میں علماء کرام وعوام الناس کو مدعو کیا۔ بیانات ہوئے۔ انتظامیہ میں کھلبلی مچ گئی۔ عاشقان مصطفیٰ نے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کے سہ روزہ اجتماع کو بند کیا جائے۔ اللہ رب العزت کے کرم پر قربان جائیے کہ پہلے ہی دن ان کا پروگرام بند کروا دیا گیا۔

سنجر چانگ میں مدرسہ خاتم النبیین کا سنگ بنیاد

سنجر چانگ میں مسلمانوں کا کوئی دینی مرکز نہ تھا۔ دینی تعلیم کا نظم بھی سرے سے مفقود تھا۔ قادیانیوں کے پاس مسلمان بچے تعلیم حاصل کرتے۔ ان حالات میں وہاں کے مسلمانوں اور بچوں کے ایمان کی حفاظت کو مدنظر رکھتے ہوئے وہاں پلاٹ خریدنے کی کوشش شروع ہوئی۔ مسلسل تین سالہ جدوجہد کے بعد ۲۰۱۰ء میں ۳۰۰۰ مربع فٹ کا ایک پلاٹ ۱۲ لاکھ روپے میں خریدا گیا۔ جہاں مدرسہ عربیہ خاتم النبیین کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ سنگ بنیاد کی تقریب میں رئیس العلماء، صدر وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، مولانا حکیم محمد مظہر صاحب، شہید ختم نبوت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ، مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی، مولانا قاضی احسان احمد ودیگر کئی علماء کرام شریک ہوئے۔

قادیانیوں کے پیٹ میں مروڑ ہونے لگا۔ لہٰذا انہوں نے مدرسہ پر کیس دائر کرتے ہوئے FIR کٹائی اور اپنے فرنگی آقاؤں کی ترجمانی کرتے ہوئے الزام لگایا کہ مدرسہ میں دہشت گردی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مدرسہ کی شوریٰ کے حضرات مولانا قادر بخش، مولانا حفیظ الرحمٰن، مولانا راشد محبوب، بھائی عبیداللہ نے تگ ودو کے بعد FIR ختم کرائی۔ اس کے بعد مدرسہ کا تعمیراتی کام شروع ہوا۔ ۱۹ر اپریل ۲۰۱۱ء بروز منگل صبح ۹ بجے پہلی ختم

نبوت کانفرنس ہوئی۔ جس میں خصوصی شفقت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی، مولانا عبدالغفور قاسمیؒ، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا حکیم محمد مظہر صاحب، علامہ احمد میاں حمادی صاحب تشریف لائے۔ یوں رب کریم کے فضل سے مدرسہ کی داغ بیل ڈالی گئی جو الحمدللہ! آج بھی بہترین کام کررہا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر سال یہاں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہورہی ہے۔ اس سال ختم نبوت کانفرنس ۶ ؍مارچ ۲۰۱۵ء کو منعقد ہوئی۔ اب تک جملہ کانفرنسز میں مذکورہ بالا علماء کرام کے علاوہ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد عیسیٰ سموں، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ، مولانا محمد سلیم دارالعلوم الحسینیہ شہداد پور، قاری عبدالرشید شہداد پور تشریف لاچکے ہیں۔

مدرسہ کا تعلیمی آغاز

۲۰۱۱ء میں ابتدائی تعلیم کا آغاز ہوا۔ تقریباً ۲۰ طلباء داخل ہوئے۔ ہر سال طلباء کی تعداد برابر بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اس وقت بحمدہٖ تعالیٰ ۹۰ طلباء رہائشی، ۴ اساتذہ کرام اور دیگر عملہ مصروف عمل ہیں۔ پہلی منزل میں ہال نما دو درسگاہیں، دفتر، باورچی خانہ، اسٹور قائم کیے گئے۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسری منزل تعمیر کی۔ اس میں تین ہال ہیں۔ مدرسہ میں علاقہ کے عوام الناس کے لئے ختم نبوت تربیتی نشست کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے۔

مدرسہ ہذا اکابرین امت کی توجہات کا مرکز ہے

مدرسہ عربیہ خاتم النبیین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا حکیم محمد مظہر، مولانا محمد سلیم شہداد پور اور دیگر اکابرین ملت مدرسہ کی خیر خبر لیتے رہتے ہیں اور ادارہ کے لئے دعاگو رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب تھرپارکر جارہے تھے۔ ازخود سنجر چانگ تشریف لائے اور دعا فرمائی۔ اسی طرح ولی کامل حضرت خواجہ خلیل احمد مدظلہ ماتلی کے پروگرام میں تشریف لائے۔ وہاں سے سنجر چانگ مدرسہ خاتم النبیین میں تشریف لائے۔ مدرسہ دیکھا اور خوب دعا فرمائی۔

سنجر چانگ میں مدرسہ کی خیر و برکت اور اس کا فیض

قارئین کرام! اس وقت تک الحمدللہ! پانچ طلباء نے حفظ مکمل کیا ہے اور ۴ خاندانوں کے ۱۲۸ افراد قادیانیت ترک کرکے مسلمان ہوچکے ہیں جن میں سنجر چانگ کے دو خاندان، غفور آباد اسٹیٹ اور دمبالو کا ایک ایک خاندان شامل ہے۔ پہلے مسلمان قادیانیوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے اور ظلم کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ اب مدرسہ کی برکت سے مقامی مسلمانوں کو جینے کا حوصلہ ملا ہے۔ قادیانیت منہ چھپائے پھر رہی ہے۔ مدرسہ میں نئے داخلہ کے لئے طلباء، کانفرنس میں شرکاء، تربیتی نشست میں علاقائی افراد کی تعداد دن بدن، سال بہ سال بڑھتی چلی جارہی ہے جس کی بنیاد پر تعمیراتی کام میں اضافہ ہونا ناگزیر ہوگیا ہے۔ مولانا محمد بلال (فاضل جامعہ صدیق اکبر ٹنڈو اللہ یار) مدرسہ ہذا کے مہتمم ہیں۔ جبکہ مدرسہ کی انتظامی کمیٹی میں حضرت مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن ٹنڈو آدم، مولانا راشد محبوب، مفتی محمد عرفان، مولانا قادر بخش، بھائی عبیداللہ شامل ہیں۔

تبصرہ کتب

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے ...... ادارہ

تحریک ختم نبوت کے اولین نقوش: مؤلف: مولانا برق التوحیدی: صفحات:۱۸۴: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: مکتبہ اسلامیہ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، کوتوالی روڈ فیصل آباد

اہل علم پر مخفی نہیں کہ جھوٹے مدعیان نبوت میں سے ایک مسیلمہ کذاب بھی تھا جس کے خلاف اسلام کے پہلے خلیفہ راشد سیدنا صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں مہم جوئی ہوئی۔ سیدنا عکرمہؓ، سیدنا شرحبیل ابن حسنہؓ، سیدنا خالدؓ بن ولید ایسے حضرات نے قیادت فرمائی۔ ہزاروں ہزار صحابہ کرامؓ نے اس مہم میں حصہ لیا۔ جن صحابہ کرامؓ نے اس مہم میں حصہ لیا۔ ان غازیان وشہداء یمامہ کے حالات واقعات حضرت مولانا برق التوحیدی صاحب نے جمع کرنے شروع کئے تو یہ کتاب مرتب ہوگئی۔ جن میں جنگ یمامہ میں شرکت کرنے والے جلیل القدر سوا دو صد صحابہ کرامؓ کے مختصر اور جامع حالات مؤلف نے جمع کردیئے ہیں۔

یہ کتاب ایمان پرور بھی ہے، جہاد آفریں بھی اور معلومات کا خزانہ بھی۔ اس عنوان پر اتنا جامع یکجا ذخیرہ اکٹھا کرنے پر مؤلف لائق تبریک وتحسین ہیں۔ کتاب خوبصورت، دیدہ زیب طباعت سے مزین ہے۔ ہر عالم کی لائبریری اس کے بغیر نامکمل تصور ہوگی۔

تذکرہ علامہ تونسویؒ: تالیف: حضرت مولانا عبدالغفار تونسوی: صفحات: ۱۰۰۰: قیمت: درج نہیں: ملنے کا پتہ: جامعہ عثمانیہ جامع مسجد قباء، تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازیخان!

مناظر اسلام، ترجمان اہل سنت والجماعت، استاذ المناظرین، حضرت مولانا عبدالستار تونسویؒ کے روح پرور حالات وکمالات، دینی علمی خدمات وافادات نیز اہل علم کے مضامین وتاثرات پر مشتمل بصیرت افروز تذکرہ، جو ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اپنی تمام طباعت واشاعت کی خوبیوں کے ساتھ نظر نواز ہوا ہے۔ حضرت تونسویؒ کا وصال ۲۱ ردسمبر ۲۰۱۲ء کو ہوا تھا۔ اب ۲۰۱۵ء ہے۔ گویا تین سال میں یہ کتاب مرتب ہوئی۔ حضرت تونسویؒ کے زمانہ حیات میں آپ کے نواسے حضرت مولانا عبدالحمید تونسوی نے آپ کی سوانح حیات مرتب کی تھی۔ اب حضرت تونسویؒ کے بڑے صاحبزادہ وجانشین، عالم باعمل، مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالغفار تونسوی نے یہ تذکرہ مرتب کیا ہے۔ جو نقش ثانی بہتر از نقش اول کا مصداق ہے۔

تذکرہ حضرت علامہ تونسویؒ کتاب کے مؤلف کا اپنا مضمون ۴۸۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ جو مستقل پی ایچ

ڈی کا مقالہ سمجھنا چاہئے۔ آپ نے اس مقالہ میں حضرت مرحوم کی زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں ہے جس کا احاطہ نہ کیا ہو۔ بہت ہی اعتدال کے ساتھ دریائے رواں کی طرح یہ تحریر سفر کرتی نظر آتی ہے۔ اس میں دیو مالائی، طلسماتی خودساختہ کرامتیں نہیں ہیں۔ نہ مبالغہ کا عنصر ہے۔ نہ ہی دور کی کوڑی لائی گئی ہے۔ نہ ہی بھان متی کا کنبہ جوڑا گیا ہے۔ بلکہ ایک مجاہد فی سبیل اللہ، عالم باعمل، نظریاتی خطیب ومناظر کی سوانح حیات کو چمکتے دمکتے موتیوں کی طرح خوبصورت بامقصد الفاظ میں اس اعتدال کے ساتھ بیان کردیا گیا ہے کہ اس پر مولانا عبدالغفار تونسوی کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے ان کا حق ہے۔ اس مقالہ میں ۳۱۲ مختلف عنوانات کے تحت حضرت تونسویؒ کے حالات کو قلمبند کیا ہے۔

حالات وکمالات، مناظروں کی روئیدادیں، تصانیفات، فرق باطلہ کے تعاقب کی تمام تر تفصیل اس کے اندر موجود ہے۔ آپ کے ملفوظات کے لئے چالیس صفحات مختص کئے گئے ہیں۔ نقوش وتاثرات کے عنوانات سے علماء، مشائخ، نامور اہل قلم حضرات کے مضامین ومقالہ جات کو شامل کیا گیا جو پونے پانچ سو صفحات پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد تعزیتی پیغامات، اخبارات وجرائد کا خراج تحسین اور آخر میں منظوم خراج تحسین کو یکجا کرکے ایک ہزار صفحات پر مشتمل علمی تاریخی یادگار دستاویز تیار کردی گئی ہے۔ دیرآید درست آید کا یہ تذکرہ مصداق ہے۔ مسلکی حوالہ سے ہرادارہ ومدرسہ کی لائبریری کی یہ ضرورت ہے۔

سیرت محمد مصطفیﷺ (حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی سیرۃ مصطفیﷺ کی تلخیص): مؤلف: مولانا محمد حماد انذر قاسمی: صفحات: ۳۱۵: قیمت: ۲۵۰ روپے: ملنے کا پتہ: قاسمیہ دارالاشاعت مدرسہ فاروقیہ چوک امام صاحب سیالکوٹ

دارالعلوم دیوبند، جامعہ عباسیہ بہاول پور، جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ التفسیر، بحرالعلوم حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے معروف زمانہ کتاب سیرۃ مصطفیﷺ چار جلدوں میں لکھی۔ جو اردو ادب میں رحمت عالمﷺ کی ذات اقدس پر سیرۃ النبیؐ کے حوالہ سے ایک جامع اور مستند تصنیف شمار کی جاتی ہے۔

جامعہ فاروقیہ سیالکوٹ کے استاذ وناظم حضرت مولانا محمد حماد انذر قاسمی کے کمال انتخاب کو خراج تحسین پیش کیا جانا چاہئے کہ آپ نے علمی میدان میں اس کتاب کی تلخیص کا انتخاب کیا اور یوں سوا تین سو صفحات کی کتاب مرتب کردی۔ مولانا حماد انذر اس پر ڈھیروں مبارک باد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے ایک جامع خوبصورت اور مختصر تصنیف کی شکل میں سیرۃ النبیؐ پر جامع کتاب مرتب کردی ہے۔ یوں مولانا کاندھلویؒ کی سیرۃ النبیؐ پر کتاب کے فیوض وبرکات کو خوبصورت گلدستہ کی شکل میں عوام وخواص کے استفادہ کے لئے پیش کیا ہے۔ اہل علم کے لئے خوشخبری ہے کہ عرصہ بعد کوئی علمی کام سامنے آیا ہے۔ اے کاش! کوئی بندہ خدا حضرت مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ کی کتاب سیرۃ کبریٰ جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی بھی ایسے تلخیص کردے تو یہ بھی بہت بڑی خدمت ہوگی۔

جماعتی سرگرمیاں

ادارہ!

ختم نبوت کانفرنس نارووال

بحمداللہ تعالیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اپنے یوم تاسیس سے تحفظ ختم نبوت کے مشن پر سرگرداں چلی آرہی ہے جس کا کام الحمدللہ ہر بینا دیکھ اور سننے والا سن سکتا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے حسب سابق امسال بھی پورے ملک بھر میں ۷ستمبر کے عظیم الشان کارنامے کی یاد میں پورے ملک میں تحفظ ختم نبوت کی صدا کو بلند کیا۔ اسی سلسلے میں ضلع نارووال تحصیل شکرگڑھ فاتح قادیان، رئیس المناظرین، استاذ المبلغین حضرت مولانا محمد حیاتؒ کے گاؤں بارے خان میں ۲ستمبر بروز بدھ بعد نماز ظہر شہداء ختم نبوت اور جاں نثاران ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے پروگرام منعقد کیا گیا۔ جس کی صدارت حضرت مولانا قاری محمد رمضان امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تحصیل شکرگڑھ نے فرمائی۔ جبکہ تلاوت قاری محمد شاہد اور نعت فیصل حسان بلال حسان نے پیش کی۔ کانفرنس کے اجتماع سے مولانا اللہ وسایا، مولانا عبدالحمید وٹو ،مولانا راشد قاسمی، مولانا فقیر اللہ اختر اور مولانا گل محمد توحیدی نے خطاب فرمایا۔ تمام مقررین نے شہداء ختم نبوت، جاں نثاران ختم نبوت کے کردار کے عظمت کو سلام پیش کرتے ہوئے عزم نو کیا کہ آئندہ بھی ان عاشقان رسول کے کردار کو یاد رکھا جائے گا۔ ۲ستمبر: بعد نماز ظہر جامع مسجد وہاب ڈسکہ شہر میں مولانا اللہ وسایا کا خصوصی پروگرام تشکیل دیا گیا جس میں علاقہ بھر کے احباب نے شرکت فرمائی۔ پروگرام اگرچہ مختصر مگر پراثر رہا۔ سامعین نے تجدید عہد کرتے ہوئے زندگی بھر اپنی جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم کے نام سے کام کرنے کا عزم کیا گیا۔

ممنوعہ رسائل اور کتب کی اشاعت پر مقدمہ

توہین انبیاء کرام علیہم السلام پر مبنی لٹریچر کی طباعت، اشاعت، تقسیم و ترسیل اور قادیانیت کی تبلیغ و تشہیر کرنے جیسے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کرنے پر ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ) کے منیجر طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ اور دیگر 6 ملزمان کے خلاف ایک مقدمہ نمبر151/14 زیر دفعات298-C, 295-A ت پ اور دفعات11W, 8/9 انسداد دہشت گردی ایکٹ تھانہ ملت پارک لاہور میں مدعی حافظ ناصر کی درخواست پر درج کیا گیا۔ جو ملزم طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ اور اس کے ہمراہی ملزمان عمران، عرفان ناصر، احمد طاہر مرزا، فرحان احمد ذکاء اور عبدالمنان کوثر روپوش ہوگئے تھے۔ مورخہ 30-03-2015 کو مذکورہ ملزم طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ کو پولیس نے گرفتار کرلیا۔ جبکہ باقی ملزمان ابھی تک روپوش ہیں۔ مذکورہ ملزم نے دوران تفتیش اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ وہ امتناع قادیانیت آرڈیننس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قادیانی لٹریچر کی اشاعت، طباعت اور تقسیم و ترسیل کررہا ہے۔ ملزم جن رسائل اور جرائد کی طباعت و اشاعت حکومت پنجاب کی طرف سے پابندی لگائے جانے کے باوجود کرتا چلا آرہا ہے۔ ان میں روزنامہ الفضل، ماہنامہ انصار اللہ، ماہنامہ تحریک جدید،

ماہنامہ مصباح، ماہنامہ خالد اس کے علاوہ روحانی خزائن کی 1 تا 23 جلدیں شامل ہیں۔ دوران تفتیش پولیس نے نفرت آمیز مواد ملزم کی نشاندہی پر اپنے قبضہ میں لیا اور ملزم کو گناہ قرار تحریر کر کے عدالت میں رپورٹ کی۔

ملزم کی درخواست ضمانت بعد از گرفتاری قبل ازیں ماتحت عدالت خارج ہوگئی تھی جس پر ملزم نے لاہور ہائی کورٹ میں درخواست ضمانت دائر کی۔ بحث کے دوران ملزم کے وکیل نے عدالت میں غلط بیانی کرتے ہوئے کہا کہ جو لٹریچر، کتابیں، رسائل و جرائد ملزم شائع وتقسیم کرتا ہے ان پر حکومت کی طرف سے کوئی پابندی نہ ہے جس پر استغاثہ کی طرف سے ختم نبوت لائیرز فورم پاکستان کے وکلاء غلام مصطفےٰ چوہدری، طاہر سلطان کھوکھر، طاہرہ شاہین اور محمد مدثر چوہدری نے عدالت کو بتایا کہ مذکورہ تمام لٹریچر ومواد پر حکومت پنجاب نے پابندی عائد کی ہوئی ہے اور اس کو چھاپنے وتقسیم کرنے والوں کے خلاف دہشت گردی ایکٹ کے تحت سخت کاروائی کرنے اور شائع شدہ مواد فوری ضبط کرنے کے احکامات صادر فرمائے ہیں جس کے ثبوت میں حکومت پنجاب کے احکامات انوٹیفکیشن پیش کئے گئے جس پر عدالت نے ملزم کی ضمانت کی درخواست خارج کردی اور معزز عدالت کے دورکنی بینچ نے اپنے فیصلے میں سپریم کورٹ کے فیصلہ جات کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ قادیانیوں کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنے مذہب کی آڑ میں شعائر اسلام کا استعمال کریں اور مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کریں۔

ختم نبوت کانفرنس خانوزئی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوچستان کے زیر اہتمام خانوزئی میں ۳۰؍اگست کو عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس مرکزی جامع مسجد میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس سے مولانا محمد اکرم طوفانی، مولانا محمد یونس، شیخ الحدیث مولانا عبدالطاہر، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے عالمی مجلس خانوزئی کے ناظم اعلیٰ حاجی محمد اکبر اور ان کے رفقاء گرامی نے خوب محنت کی۔

سندھ میں عشرہ ختم نبوت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام یکم تا ۱۰؍ستمبر ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخ ساز فیصلہ کی یاد میں عشرہ ختم نبوت منایا گیا۔ تفصیلات کے مطابق یکم؍ستمبر جامع مسجد اقصیٰ نواں گوٹھ سکھر میں جلسہ ختم نبوت مولانا مفتی محمد یاسین کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس سے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور مولانا محمد حسین ناصر نے خطاب کیا۔ ۲؍ستمبر: جامع مسجد صدیقیہ نزد سیشن کورٹ سکھر میں جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت مولانا عبدالحمید آرائیں نے کی۔ جلسہ سے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور مولانا محمد حسین ناصر نے خطاب کیا۔ ۳؍ستمبر: مدرسہ تعلیم القرآن توحیدیہ گمبٹ کے زیر اہتمام جلسہ منعقد ہوا۔ جس سے پیر شریف کے سجادہ نشین سائیں عبدالمجیب قریشی، مولانا میر محمد میرک، مولانا محمد قاسم سومرو، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ختم نبوت پر خطاب فرمایا جو عصر کی نماز تک جاری رہا۔ ۳؍ستمبر: بعد نماز عشاء مدینہ مسجد رانی پور میں مجلس کے زیر اہتمام ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت مولانا حکیم عبدالواحد بروہی نے کی۔ کانفرنس سے خیرپور میرس اور نواب شاہ کے مبلغ مولانا تجمل حسین اور مولانا محمد اسماعیل

شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ ۴؍ستمبر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد کبیر نواب شاہ میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ جس میں ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلہ پر روشنی ڈالی۔ ۵؍ستمبر: بعد نماز ظہر جامعہ بدر العلوم بدین میں حافظ عبدالحمید کی صدارت میں ختم نبوت سیمینار منعقد ہوا۔ جس سے مولانا تجمل حسین اور مولانا شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ نیز جامعہ کے بانی مولانا عبدالستار چاورہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ ۵؍ستمبر: بعد نماز عشاء جامع مسجد فاروقیہ ٹنڈو باگو میں جلسہ ختم نبوت منعقد ہوا۔ جس سے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور مولانا تجمل حسین نے خطاب کیا۔ ۶؍ستمبر: بعد نماز عشاء بخاری مسجد کنری تھر پارکر میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس سے مولانا تجمل حسین، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ کانفرنس کی صدارت علالت کے باوجود بھائی محمد ناصر نے کی۔ کانفرنس میں موصوف اور دوسرے مریضوں کی صحت وعافیت کی دعا کی گئی۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا دورہ میرپورخاص

۷؍ستمبر: کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مدینہ مسجد شاہی پارک میں پروگرام بعد نماز عشاء ہوا۔ جس کی نگرانی مولانا حفیظ الرحمن فیض نے فرمائی۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد عبداللہ اور مولانا محمد علی صدیقی کے بیانات ہوئے۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ۷؍ستمبر کے حوالہ سے قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی کارروائی عوام الناس کو پیش کی۔ ۸؍ستمبر: صبح کا درس مسجد نبی رحمت طور آباد میں اور پھر مولانا مفتی مسعود احمد خطیب مسجد نبی رحمت کے ہاں ہوا۔ دن دس بجے مدرسہ دارالعلوم میرپورخاص مسجد بیت المکرم میرپورخاص میں طلباء، علماء کرام سے ملاقات اور بیان۔ مولانا محمد عمران الحق اشرف، مولانا ضیاء الحق اور دیگر علماء کرام سے ملاقات ساڑھے گیارہ بجے دارالعلوم امینہ میرپورخاص میں طلباء کرام اور اساتذہ سے ملاقات اور عقیدہ ختم نبوت دجل قادیانیت پر بیان، مولانا محمد ہاشم، مولانا محمد ارشد اسحاق اور دیگر علماء کرام سے ملاقات۔ ۸؍ستمبر: رات کا بیان بعد از مغرب مدرسہ تجوید القرآن عائشہ مسجد لیاقت ٹاؤن میرپورخاص، دو بچوں کے حفظ مکمل ہونے پر ایک تقریب ہوئی جس میں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد عبداللہ، مولانا محمد علی صدیقی کا بیان ہوا۔ عظمت قرآن اور عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی۔ پروگرام میں قاری شبیر احمد، مولانا عبدالرحمن اور دیگر حضرات شریک ہوئے۔ ۹؍ستمبر: کو دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس سے مولانا محمد علی صدیقی، مولانا ظہور احمد میمن اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ دارالعلوم کی بنیاد مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے رکھی۔ دارالعلوم میں شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا بدر عالم میرٹھی، مہاجر مدنی اور دیگر علماء کرام علم وعمل کے دریا بہاتے رہے۔ مدرسہ کا انتظام کچھ عرصہ مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے پاس رہا۔ آج بھی مدرسہ کو ٹرسٹ چلا رہا ہے۔ بڑے عرصہ کے بعد عوامی اجتماع منعقد ہوا۔ جو رات گئے تک جاری رہا۔ کانفرنس کی کامیابی کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی یونٹ نے بھرپور محنت کی۔ ۱۰؍ستمبر: بعد نماز عشاء ظہیر جمعیت طلبہ اسلام کے زیر اہتمام ختم نبوت سیمینار منعقد ہوا۔ جس کی صدارت مقامی جمعیت کے صدر نے کی۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے تفصیلی خطاب فرمایا اور تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں جمعیت طلبہ اسلام کے کردار کو سراہا اور جمعیت طلبہ اسلام کی کامیابی کے لئے بھرپور دعا کی۔

بلدیاتی انتخابات اور تحفظ ختم نبوت

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد میں متحرک تمام رفقاء کرام اور بالخصوص عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ تمام رہنمایان وعہدیداران وکارکنان سے درخواست ہے کہ:

پنجاب اور سندھ میں بلدیاتی انتخابات منعقد ہو رہے ہیں۔ آپ اپنا فرض ادا کرتے ہوئے تمام امیدواروں سے پختہ وعدہ لیں کہ وہ اگر کامیاب ہو گئے تو اپنے اپنے شہر کے اہم چوک کا نام ’’ختم نبوت چوک‘‘ رکھیں گے۔

اس وقت بہت سارے شہروں مثلاً بہاول پور، چنیوٹ، جہانیاں، قلندر آباد وغیرہ شہروں کے اہم چوکوں کا نام ’’ختم نبوت چوک‘‘ ہے۔

اگر ہم اس جدوجہد کو آگے بڑھائیں اور ملک کے اہم قصبات اور شہروں کے چوکوں کو ختم نبوت چوک کے نام سے موسوم کرانے میں کامیاب ہو جائیں تو عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی تبلیغ واشاعت کا یہ بہت بڑا ذریعہ ثابت ہوگا۔

امید ہے کہ تمام صوبوں کے اہل درد اس مسئلہ پر سنجیدگی سے توجہ فرما کر اپنا فریضہ ادا کریں گے۔

(مولانا) عزیز الرحمٰن جالندھری

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ ملتان

تاریخ ساز ختم نبوت کانفرنس جامع مسجد آسٹریلیا لاہور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۷ ستمبر ۱۹۷۴ پاکستان کی قومی اسمبلی کے تاریخی فیصلے کی یاد میں جامع مسجد آسٹریلیا لاہور میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے امیر مولانا مفتی محمد حسن نے کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا نے کہا کہ ناموس رسالت کا تحفظ کرنا قربت خداوندی اور نجات اخروی حاصل کرنے کے مترادف ہے، جب تک اس دھرتی پر ایک بھی قادیانی موجود ہے ہماری تحریک جاری رہے گی انہوں نے کہا کہ پنجاب اسمبلی نے قرارداد پیش کر کے پوری امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے تمام اراکین پنجاب اسمبلی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ مسلم لیگ ن کے ایم پی اے وحید گل نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت پر کسی قسم کی آنچ نہیں آنے دیں گے، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اسمبلی کی رکنیت کیا چیز ہے اپنی جان بھی قربان کر دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ واجد شمس الحسن نے قادیانیوں کے خلاف فیصلے پر تنقید کر کے پوری پارلیمنٹ کی توہین کی ہے۔ جامعہ اشرفیہ کے نائب مہتمم مولانا فضل الرحیم نے کہا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا فیصلہ صرف علماء کرام اور مفتیان عظام نہیں تھا بلکہ پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سیشن کورٹس، ہائیکورٹس، سپریم کورٹ اور وفاقی شرعی عدالت سے لے کر کینیا، رابطہ عالم اسلامی، انڈونیشیا اور جنوبی افریقہ اور گمبیا کی عدالتوں نے بھی قادیانیوں کے کفر وارتداد پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ مولانا مفتی محمد حسن نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت اسلام میں خشت اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ کراچی مجلس کے مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے کہا کہ قادیانی آیات ختم نبوت میں تحریف معنوی اور احادیث نبویہ میں مطلب براری کے معانی نکال کر امت مسلمہ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ متحدہ جمعیۃ اہلحدیث کے مرکزی رہنما مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ دینی مدارس، علمائے کرام اور اسلامی تحریکوں کے کارکنوں کو وارننگ دینے والوں کو عاد وثمود اور مرزا غلام احمد قادیانی کذاب کا انجام بد بھی یاد رکھنا چاہیے۔ مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کی دفاع کی جنگ لڑ کر ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کر رہے ہیں بریلوی مکتب فکر کے رہنما مولانا مفتی غلام حسین کلیالوی نے کہا کہ قادیانی گروہ سازش کے تحت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ کی آئینی ترامیم کو ختم کرنے کے لئے نام نہاد انسانی حقوق کی تنظیموں کو مہرے کے طور پر استعمال کر رہا ہے جمعیۃ علماء اسلام س کے مرکزی سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرؤف فاروقی نے کہا کہ دینی جماعتوں اور مذہبی لوگوں اور دینی مدارس کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے۔ لندن کے معروف عالم دین مولانا امداد الحسن نعمانی نے کہا کہ سامراجی طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں اپنی صفوں میں نظم ونسق اور اتحاد پیدا کرنا ہوگا۔ جماعت اسلامی پنجاب کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل محمد انور گوندل نے کہا کہ پاکستان میں مسلمان اکثریتی اعتبار سے جانے پہچانے جاتے ہیں لیکن ملک کا پورا نظام قادیانی اقلیت اور چند فیصد باقی اقلیتوں کے ہاتھوں یرغمال بن چکا ہے۔ کانفرنس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لاہور کے سرپرست مولانا مفتی نعیم الدین، آسٹریلیا مسجد کے خطیب مولانا عبدالرؤف ملک، مولانا عبدالشکور حقانی عزیز الرحمن ثانی، مولانا حافظ محمد سلیم، جمعیۃ علماء اسلام لاہور کے امیر شیخ الحدیث مولانا محب النبی،، وفاق المدارس لاہور ڈویژن کے مسئول مولانا عزیز الرحمن، پیر رضوان نفیس، قاری مومن شاہ، مولانا سید ضیاء الحسن شاہ، مولانا عبدالنعیم، مولانا محبوب الحسن طاہر، مولانا قاسم گجر، مولانا شاہد عمران عارفی، حامد بلوچ، قاری ظہور الحق، قاری عبدالعزیز، قاری علیم الدین، جامعۃ الخیر کے ناظم محمد نعمان حامد شاکر، مولانا خالد محمود، مولانا سعید وقار، مولانا عمر حیات، حافظ محمد اشرف گجر، مولانا محمد اسماعیل، مولانا محمد سعادت، مولانا خالد عابد، تاجر رہنما حاجی مقصود، خلیل الرحمن، حافظ عباس سمیت کثیر تعداد میں علماء طلباء، تاجر برادری، صحافی اور مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے بھرپور انداز میں شرکت کی۔

MONTHLY LAULAK MULTAN REGD. Number M-108

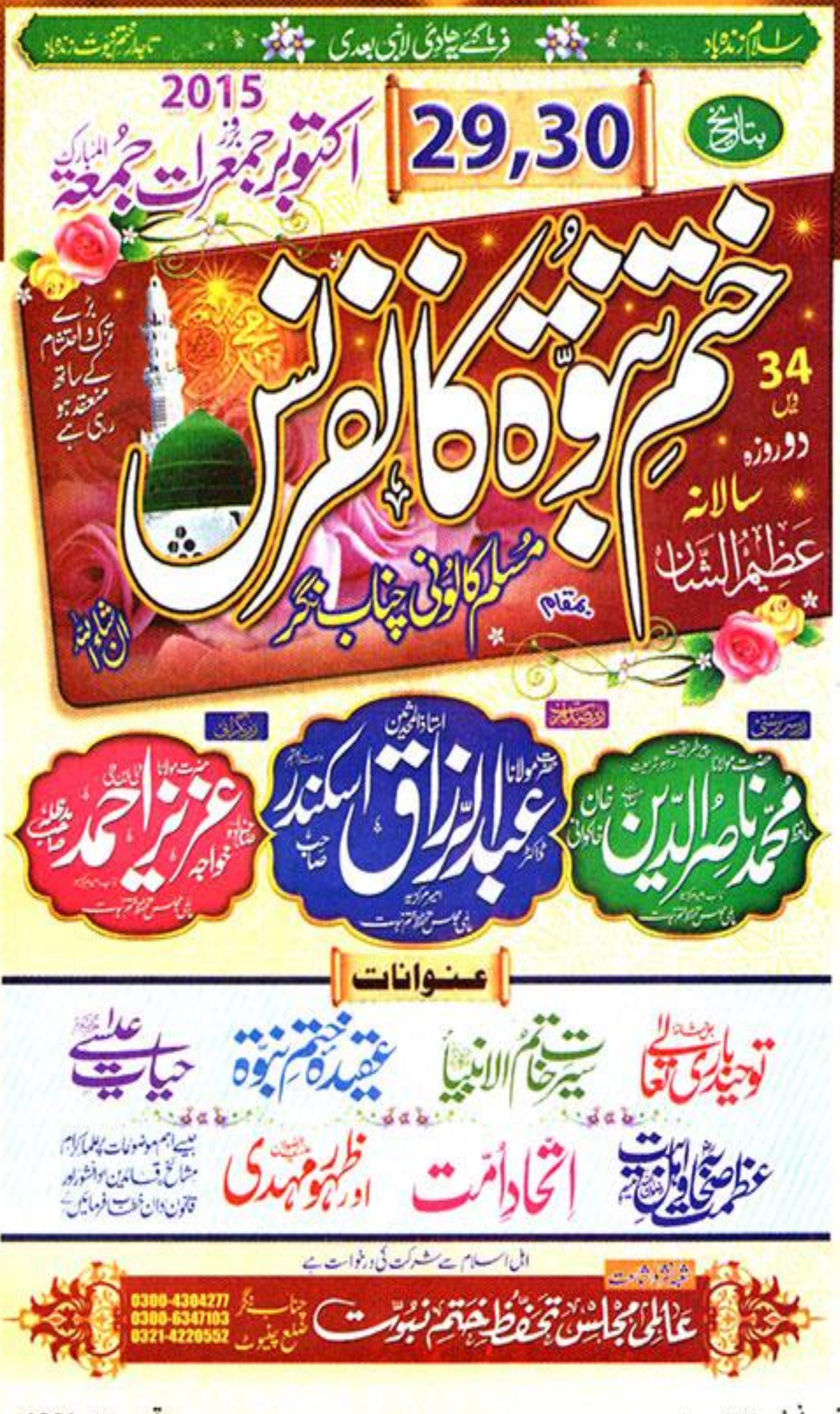

قیمت فی شمارہ -/15 روپے

قیمت سالانہ -/180 روپے